جامعہ مدنیہ جدید کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلّہ

انوارِ مدینہ

لاہور

بیاد

عالمِ ربّانی محدّثِ کبیر حضرۃ مولانا سیّد حامد میاں رحمہ اللہ

بانی جامعہ مدنیہ جدید

جون
سنہ ۲۰۰۲ء

ربیع الاول
سنہ ۱۴۲۳ھ

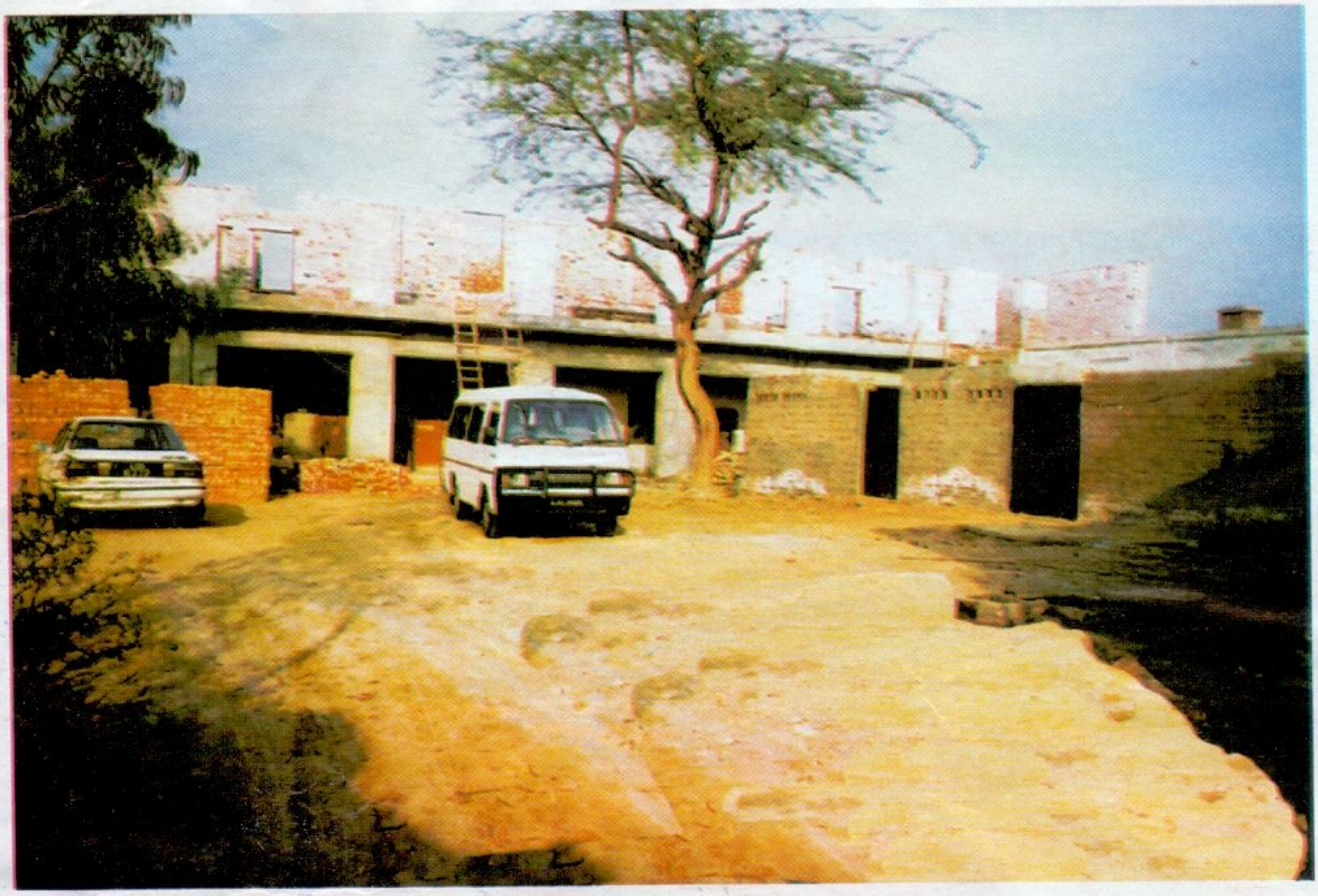

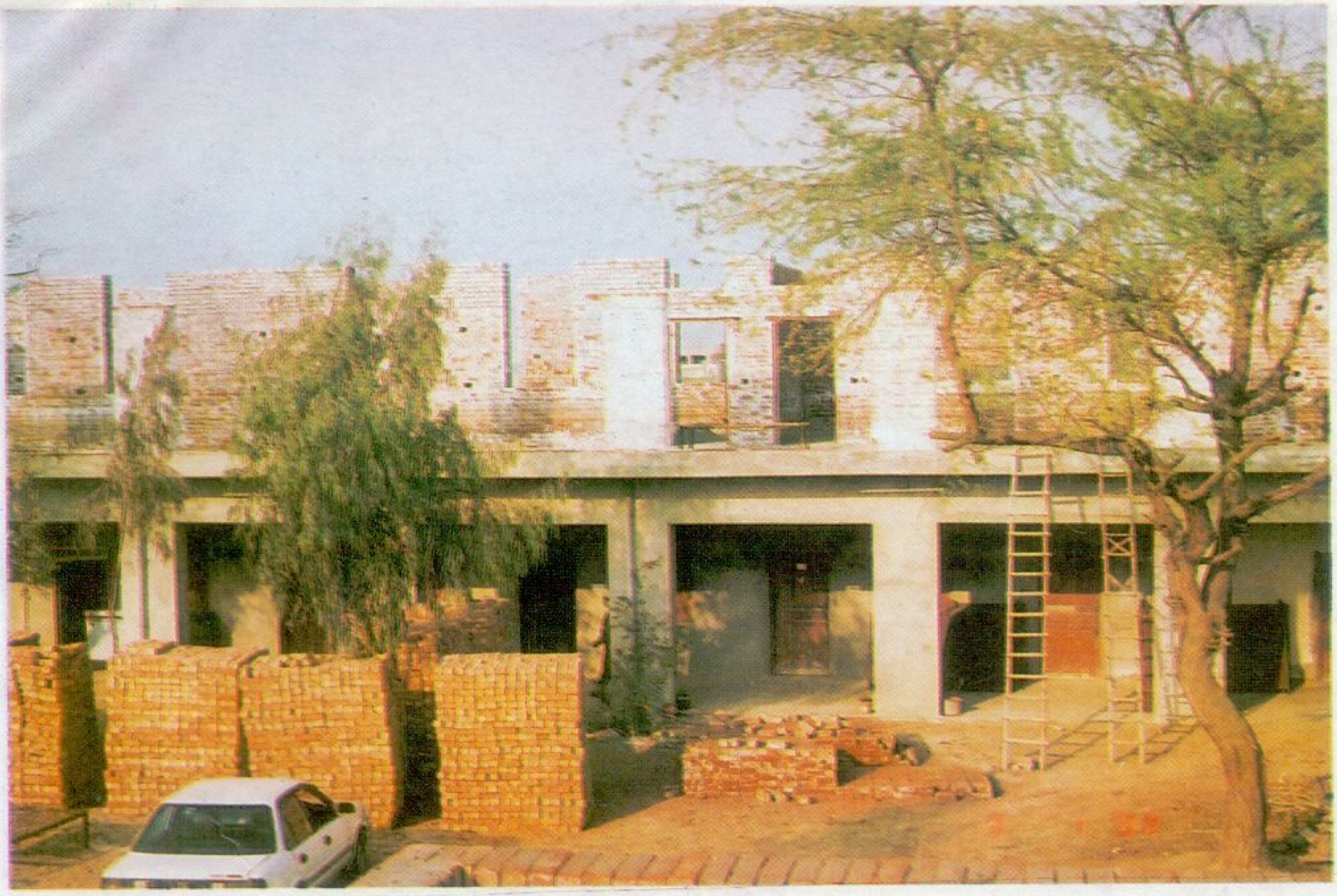

رائیونڈ روڈ   جامعہ مدنیہ جدید کے دار الاقامہ کی زیرِ تعمیر بالائی منزل کے شمالی اور جنوبی مناظر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماھنامہ

انوارِ مدینہ

جلد : ۱۰ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ ۔ جون ۲۰۰۲ء شمارہ : ٦

مدیرِ اعلیٰ

سیّد محمود میاں

مہتمم جامعہ مدنیہ (جدید) رائیونڈ روڈ لاہور

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۳ روپے	سالانہ	۱۵۰ روپے
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، دبئ	"	۵۰ ریال
بھارت، بنگلہ دیش	"	٦ امریکی ڈالر
امریکہ، افریقہ	"	۱۲ ڈالر
برطانیہ	"	۲۰ ڈالر

○ اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ ماہ ــــــ سے آپ کی مدّتِ خریداری ختم ہوگئی ہے، آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ ــــــ ارسال فرمائیں۔

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور

پوسٹ کوڈ : ۵۴۰۰۰ موبائل : ۰۳۳۳-۴۲۴۹۳۰۱

فون/فیکس: ۷۷۲۴۵۸۱ ۹۲-۴۲-۷۷۲٦۷۰۲

E-mail : jamiamadaniajadeed@hotmail.com

سیّد رشید میاں طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا

اِس شمارے میں

ادار یہ ———————————————— ۳

درس حدیث ———— حضرت مولانا سیّد حامد میاں صاحب ؒ ———— ۵

وحدتِ ادیان ———— حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی صاحب ؒ ———— ۸

تہنیت نامہ ———— حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی صاحب ؒ ———— ۱۲

جمعہ کا بیان ———— حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب ———— ۱۶

نقار خانے میں طوطی کی آواز ———— جناب پروفیسر میاں محمد افضل صاحب ———— ۲۴

جہاد، جمعیت اور عالم اسلام ———————————— ۳۲

مسلمان سوچیں ! ———————————— ۳۳

دینی مسائل ———————————— ۳۴

مولانا محمد عبد الرشید نعمانی ؒ ———— جناب حافظ محمد عبد النافع صاحب ———— ۴۰

فہم حدیث ———— حضرت ڈاکٹر مفتی عبد الواحد صاحب ———— ۴۴

ہندوستان کی مغلیہ سلطنت اور عیسائی ———— سید صباح الدین عبد الرحمٰن صاحب ———— ۵۴

تحریک احمدیت ———————————— ۵۸

تقریظ و تنقید ———————————— ۶۳

جامعہ مدنیہ جدید کا موبائل

۰۳۳۳_۴۲۴۹۳۰۱

☆

~~جامعہ مدنیہ جدید کا پرانا نمبر ۷۷۰۰۲~~

جامعہ مدنیہ جدید کا نیا نمبر ۷۷۲۴۵۸۱

☆

جامعہ مدنیہ جدید کا ای میل ایڈریس

jamiamadaniajadeed@hotmail.com

حرفِ آغاز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیّد محمود میاں

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم امابعد!

آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اولین و آخرین کا قائد دینی بنا کر بھیجا۔ حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ میں اولادِ آدم کا قیامت کے دن سردار ہوں گا اور یہ بات میں فخر کے طور پر نہیں کہہ رہا ہوں (بلکہ بطورِ شکر کے کہہ رہا ہوں) اور میرے ہاتھ میں ''حمد کا جھنڈا'' ہوگا **ولا فخر** اور تمام انبیاء، آدم اور ان کے سوا تمام کے تمام میرے ہی جھنڈے تلے ہوں گے **ولا فخر**[۱] اور چونکہ نبوت کے تمام کمالات اصلیہ وزائدہ آپ کی ذات والاصفات میں جمع فرمادیے گئے ہیں............ اس لیے آپ کے بعد نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند کردیا گیا۔ آپ کی اُمت خیر الامم اور آخری اُمت قرار دی گئی ہے اس لیے آپ کے بعد اُمت کی اس فضیلت کو باقی رکھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اب کوئی نبی آپ کی اُمت اور آپ کے درمیان حائل نہ ہو لہٰذا اس لیے بھی اُمت کے اس مسلمہ اعزاز کو باقی رکھنے کے لیے نبی علیہ السلام کو خاتم النبیین بنا کر بھیجا گیا ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام زمین پر گارے کی حالت میں تھے تب سے مجھے اللہ کے ہاں خاتم النبیین لکھ دیا گیا تھا۔ [۲] اس کے علاوہ اور بہت سی احادیث میں آپ کے آخری نبی ہونے کی بشارت سنائی گئی ہے۔ اس متفقہ حقیقت کا جو بھی انکار کرے گا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا اور اگر آپ کے بعد کوئی شخص اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا تو وہ جھوٹا اور دجال کہلائے گا۔ نبی علیہ السلام کی

---

۱ ترمذی شریف بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص ۵۱۳

۲ مشکوٰۃ شریف ص ۵۱۳

اُمت کی یگانگت کو پارہ پارہ کرنے کے لیے کفر کی طرف سے ہمیشہ سازشیں ہوتی رہی ہیں۔ ہمارے دور میں کفر کی سازشوں کو کامیاب کرنے کے لیے مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے نبی ہونے کا جھوٹا دعوی کیا۔ انگریز نے اس کی سرپرستی کرکے مالی امداد کے ساتھ ساتھ ہر قسم کا تعاون کیا اور آج تک اس کا یہ تعاون اور سرپرستی جاری ہے۔ اس کی جماعت مرتدین کے حکم میں ہونے کے باوجود اپنے کو مسلمان کہتی تھی۔ علماء اُمت کی کوششوں سے پاکستان کی قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر ۱۹۷۴ء میں اس جماعت کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔

۷ر ستمبر ۱۹۷۴ء کی دوسری متفقہ دستوری ترمیم کے ذریعے یہ معاملہ مزید پختہ ہوگیا اور اس کے بعد کئی فیصلوں میں سپریم کورٹ کے بینچ نے اس کی تصدیق و تائید بھی کی۔ اس سب کچھ کے باوجود قادیانی جماعت نے آئین پاکستان سے بغاوت کرتے ہوئے عملاً اس فیصلہ کو ماننے سے انکار کردیا لہٰذا ذوالفقار علی بھٹو کے دور حکومت میں جو مخلوط انتخابات ہوئے تھے تو ووٹر لسٹوں میں ختم نبوت پر ایمان کا حلف نامہ ہر مسلمان ووٹر کے لیے لازمی کردیا گیا۔ اس کے بعد ۱۹۷۷ء کے مخلوط انتخابات کی ووٹر لسٹوں میں بھی ختم نبوت کا حلف نامہ موجود تھا مگر اب تقریباً تیس سال سے طے شدہ آئینی معاملہ کو قادیانی سازشوں کے ذریعہ یکسر نظر انداز کرتے ہوئے جنرل پرویز مشرف صاحب کی حکومت نے ۳۰ر اپریل کے ریفرنڈم کے موقع پر ووٹر لسٹوں سے حذف کردیا ہے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ اُمت مسلمہ کی سو سالہ جدوجہد کے نتیجہ میں تیس برس قبل پاکستان کے متفقہ آئین میں قادیانیوں کی جو حیثیت متعین کی گئی تھی اس کی رُو سے وہ غیر مسلم اقلیت قرار پاگئے تھے موجودہ حکومت کی اس کارروائی سے ان کی حیثیت کو گم کرکے ملک کے اندر قادیانیت کی تبلیغ، انتشار و انارکی پھیلانے کا کھلم کھلا موقع فراہم کردیا گیا ہے۔ اس نازک موقع پر جبکہ ملک کی سرحدوں پر دشمن فوجیں جمع ہوچکی ہیں اور ملک کو اندرونی طور پر مستحکم کرنے کی ضرورت ہے اسلام اور پاکستان کے دشمن قادیانی ٹولہ کو بے لگام کردینا کسی بھی طرح ملک و قوم کے مفاد میں نہیں ہے لہٰذا فوری طور پر حکومت کو چاہیے کہ حلف نامہ سے متعلق اپنے فیصلہ کو واپس لے نیز تحفظ ناموس رسالت قانون کو ختم کرنے کے لیے امریکہ و برطانیہ کی طرف سے ڈالے جانے والے دباؤ کا ڈٹ کر مقابلہ کرے اور ان پر واضح کردے کہ یہ خالص ہمارا مذہبی معاملہ ہے اس میں کسی کو مداخلت کا ہرگز کوئی حق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے مسلم حکمرانوں کو کلمہ حق کہنے اور اُس پر ڈٹ جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مولای صل وسلم دائما ابدا		**درس حدیث**		علی حبیبک خیر الخلق کلہم

حضرت اقدس پیر و مرشد مولانا سید حامد میاں صاحب رحمہ اللہ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان خانقاہِ حامدیہ چشتیہ رائیونڈ روڈ کے زیرِ انتظام ماہ نامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اس فیض کو تاقیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

انبیاء کرام علیہ السلام کی استغفار کا مطلب
بار بار توبہ کرنے والا کن میں شمار ہو گا؟

﴿تخریج و ترتیب : مولانا سید محمود میاں صاحب﴾

(کیسٹ نمبر ۳۵/ سائیڈ اے/ ۸۴-۵-۲۵)

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی خیر خلقہ سیّدنا و مولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین اما بعد!

جناب آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے استغفار کی تعلیم دی ہے اس کی فضیلت بتلائی ہے اور اس کو مزید ذہن نشین کرنے کے لیے استغفار کے کلمات خود استعمال فرما کر بتلایا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ایک دن میں ستر مرتبہ استغفار فرمایا کرتے تھے، تو یہ کیا ہوا یہ لوگوں کو بتلانا ہوا کہ لوگ اس پر عمل کریں۔ دوسری بات ارشاد فرمائی کہ انہ لیغان علی قلبی میرے دل پر ایسے ہوتا ہے جیسے بادل آجائے دھند جیسی آجائے تو میں استغفار کرتا ہوں۔ ایک تو استغفار کے معنی ہیں اور دوسرے یہ کہ رسول اللہ ﷺ پر جو یہ کیفیت آتی تھی اس کی کیا وجہ تھی؟ اس کی توجیہہ کیا تھی؟

استغفار کے معنیٰ :

استغفار کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو معاف کر دے۔ اگر کوئی گناہ گار آدمی ہے وہ کہتا ہے استغفر اللہ یا کہتا ہے اللّٰھم اغفرلی تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ تو میرے گناہوں کو ڈھانپ لے اپنی رحمت سے، وہ چھپے رہیں ان کا کسی کو پتہ نہ چلے تیرے سوا۔ یہ بھی اس کا احسان ہوتا ہے کہ آدمی میں عیب ہوتے ہیں اور کسی کو خبر

نہیں ہوتی اور پھر اللہ تعالیٰ وہ چھپا کر بالکل ختم کر دیتے ہیں معاف فرما دیتے ہیں، یہ تو ہوا ہم لوگوں کا استغفار گناہ گاروں کا استغفار، نبی کے سوا لوگوں کا استغفار کیونکہ صغائر و کبائر سے بچنا یہ سوائے انبیاء کرام کے باقی کسی سے ممکن ہی نہیں کہ خلاف اولیٰ کام بھی اس سے بالکل نہ ہو یہ نہیں ہوسکتا۔ ہاں انبیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے اسی طرح کا بنایا ہے معصوم بنایا ہے ان کی طبیعت اسی طرح بنائی ہے کہ وہ بچے رہتے ہیں۔

انبیاء کرامؑ کو بھی استغفار کا حکم ہے :

انبیاء کرامؑ کو بھی یہی حکم ہوا کہ آپ استغفار کریں تو اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ جو ہم سے ہمارے منصب کے مناسب بات نہ ہوئی ہو وہ بھی تو ایک ایسی چیز ہو جاتی ہے۔ آپ کہتے ہیں کسی آدمی سے کہ تم سے مجھے یہ اُمید نہیں تھی کہ تم ایسی بات کرو گے یا ایسی بات کہو گے تو اس طرح کی چیز انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے اگر ہو گئی ہے تو استغفار کیا جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وہ آدمی مارا گیا تھا ارادہ تو مارنے کا نہیں تھا وہ مُکّا غلط جگہ لگ گیا یا خود بہت قوی تھے تو وہ مر گیا ختم ہو گیا تو آپ نے دعا یہی کی رب اغفرلی اور پھر آیا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہ فغفر لہ اللہ نے معاف فرما دیا تو خلاف شان جو کام ہو جائے وہ بھی مراد ہوتا ہے اور تمام چیزوں سے بلند ایک قسم ہے استغفار کی جو جناب رسول اللہ ﷺ کرتے تھے۔ اُس کا مطلب یہ ہے کہ خداوند کریم تو ہمیں اپنی رحمت میں ڈھانپے رکھ یہ اس کا مطلب ہے اللھم اغفرلی کا مطلب ہے خداوند کریم تو مجھ کو اپنی رحمت میں ڈھانپے رکھ اور آخری تعلیمات میں پھر یہ آ رہا ہے فسبح بحمد ربک واستغفرہ جناب رسول اللہ ﷺ سے ارشاد ہو رہا ہے کہ تسبیح کرو خدا کی پاکی بیان کرو خدا کے پاکیزہ ہونے کا اعتراف کرو اور استغفار کرتے رہو اللہ سے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نماز میں جیسے رکوع اور سجدہ ہے اس میں فرماتے تھے سبحانک اللّٰھم وبحمدک اللّٰھم اغفرلی وہ کہتی ہیں کہ جب میں نے یہ سنا تو میں نے پھر یہ سمجھا کہ یہ جو قرآن میں ہے آیت آئی ہے فسبح بحمد ربک واستغفرہ اس سے آپ نے یہ عبارت بنائی، اس حکم کے مطابق یہ عبارت بنائی ہے سبحانک اللّٰھم وبحمدک اللّٰھم اغفرلی. یتاول القرآن قرآن پاک کے کلمات سے آپ نے یہ عبارت بنائی۔

غین کی وضاحت :

اور وہ جو آپ نے فرمایا کہ میرے دل پر پردہ سا آ جاتا ہے ''غین'' آ جاتا ہے جیسے دھند آ گئی ہو اور میں استغفار کرتا ہوں۔ اس میں میں آپ سے عرض کر رہا تھا کہ یہ خاص چیز ہے جو سمجھنی بھی چاہیے۔ ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے کہ انبیاء کرامؑ کا اور باقی تمام کا بھی اصل مقام یہی ہے کہ خدا کی طرف لگے رہو باقی کسی طرف نہیں لیکن انبیاء کرامؑ کو حکم ہے کہ مخلوق

کی طرف لگو ان کو سمجھاؤ ان کو دعوت دو اور جو تکلیف پہنچائیں تو باوجود ان تکالیف کے تم اپنی جگہ قائم رہو اور دعوت دیتے رہو تو اس طرح کے جو حکم ہیں اس حکم کی بناء پر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام مخلوق کی طرف توجہ کرنے پر مامور تھے اور جتنی دیر مخلوق کے ساتھ بیٹھتے ہیں اُٹھتے ہیں معاملات سنتے ہیں فیصلے دیتے ہیں سوچتے ہیں ان کے معاملات کے بارے میں تو وہ سارے سارا وقت جتنا بھی اس کام میں گزرا ہو وہ گویا مخلوق کی طرف توجہ میں (بھی) گزرا تو اس کا اثر طبیعت پر یہ ہوتا ہے کہ یہ جیسے کہ نامناسب سا وقت گزر گیا حالانکہ وہ خدا کے حکم میں اور تعمیل میں گزرا لیکن اثر ہوتا ہے تو اس کا ذکر فرمانا کہ میرے دل پر غین جیسا آجاتا ہے دھند جیسی آجاتی ہے تو میں استغفار کرتا ہوں۔ اب یہ استغفار کسی گناہ سے بھی نہیں ہے یہ استغفار کسی نامناسب کام سے بھی نہیں ہے یہ استغفار جو ہے یہ خدا کی رحمت کی طلب ہے۔ اس کا مطلب صرف اتنا ہے کہ یہ خدا کی رحمت کی طلب ہے اور اس کیفیت کو ہٹانے کی دُعا ہے کہ یہ ہٹ جائے اور جو کیفیت صحیح ہے وہ قائم رہے تو جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے استغفار تعلیم فرمایا اور اس کی فضیلت بتلائی، فضیلتیں آگے آئیں گی۔ ایک آدمی اگر توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ میں بخش دوں گا اور خدا کا وعدہ سچا ہے۔

بار بار توبہ کرنے والے کا حکم ؟ :

تو استغفار کرنے والا آدمی اللہ کے ہاں استغفار کرنے والوں میں شمار ہونے لگتا ہے حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک آدمی گناہ کرتا ہے پھر توبہ کر لیتا ہے پھر گناہ کر لیتا ہے پھر توبہ کر لیتا ہے۔ ایک صحابی نے پوچھا کہ اس آدمی کو کس میں شمار کیا جائے گا یہ ان لوگوں میں ہیں جو بار بار توبہ توڑ رہے ہیں مجرم ہیں گناہ کا کام کر رہے ہیں یہ اس فہرست میں جائے گا یا اس فہرست میں جائے گا جو بار بار توبہ کر رہے ہیں تو آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا کہ وہ ان لوگوں میں شمار ہوگا جو بار بار توبہ کر رہے ہیں اُن میں شمار نہیں ہوگا جو بار بار گناہ کر رہے ہیں۔ وان عاد فی الیوم سبعین مرۃ چاہے اس سے گناہ کا کام ستر بار ہو جاتا ہو، بار بار توبہ ٹوٹ کر ہو جاتا ہو لیکن جب گناہ کا کام ہوا تو فوراً اس نے استغفار کر لی تو پھر ایسا ہے کہ اس کا شمار اللہ کے ہاں بار بار توبہ کرنے والوں میں ہوگا، اور بار بار گناہ کرنے والوں میں شمار نہیں ہوگا۔ استغفار کی فضیلتیں بھی بہت زیادہ ہیں اور یہ (رمضان المبارک کے) دن بھی استغفار کے ہیں اللہ تعالیٰ سے استغفار بھی کیا جائے دُعا بھی کی جائے، اپنے لیے بھی کی جائے ملک کے لیے بھی کی جائے پوری دُنیا کے مسلمانوں کے لیے کی جائے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے ہم سب کو اپنی بارگاہ میں مقبولین میں داخل فرمائے اور اپنی مرضیات کی توفیق عطا فرمائے چھوٹے ہوں یا بڑے اور حاکم ہوں محکوم اللہ تعالیٰ سب کو توفیق عطا فرمائے۔

وحدتِ ادیان کا فتنہ

☆

﴿حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب رحمہ اللہ﴾

قرآن مجید میں اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے :

وما خلقت الجن والا نس الا لیعبد ون

اور میں نے جنات کو اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا کہ میری عبادت کریں

اس آیت میں بالکل واضح طریقے میں بتادیا کہ انسان کے زندگی کا مقصد اللہ تعالی کی عبادت کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے جب حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی حوا کو اللہ تعالی نے زمین پر بھیجا تو فرمایا تھا :

فاما یأ تینکم منی ھدی فمن اتبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحز نون والذین کفروا و کذبوا بآیاتنا اولئک اصحب النا ر ھم فیھا خالد ون .

سو اگر تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے سو جو شخص میری ہدایت کا اتباع کرے گا ان پر نہ کوئی خوف ہوگا نہ کوئی غمگین ہوں گے، اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہ دوزخ والے ہوں گے اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اس آیت میں واضح طور پر بتادیا کہ اے آدم اور حواء تم دنیا میں جا تو رہے ہو (اور آدم کو پیدا ہی اس لیے کیا گیا کہ زمین پر خلافت کو اس کے سپرد کیا جائے) وہاں کھانے پینے سونے جاگنے اور بے مقصد زندگی گزارنے کے لیے نہیں جا رہے ہو وہاں میری طرف سے ہدایت آئے گی اس پر عمل کرنا ہوگا اس پر عمل کرنے میں وہ زندگی ملے گی جس میں کوئی خوف اور غم نہ ہوگا اور جس نے اس کے خلاف زندگی گزاری اُسے دوزخ میں جانا ہوگا اور ہمیشہ آگ میں جلنا ہوگا۔

اللہ جل شانہ نے بنی آدم کو دنیا میں بھیجا اور ساتھ ہی نبوت اور رسالت کا سلسلہ جاری کیا۔ پہلے نبی ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام تھے اور سب سے آخری نبی سیدنا حضرت محمد ﷺ ہیں، درمیان میں بڑی بھاری تعداد میں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام تشریف لائے۔ انہوں نے اپنی اپنی امتوں کو حق کی دعوت دی یعنی اللہ تعالی کی عبادت کی طرف بلایا اور بتایا کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ بھی بتایا کہ جو دین اللہ تعالی کے ہاں محبوب اور پسندیدہ ہے وہ دین اسلام ہے جس کی ہر نبی نے تبلیغ کی ہے۔ اللہ نے جو دین بھیجا اس کا انکار کرنے والے کافر ہیں دوزخی ہیں ان کی نجات نہیں ہوگی۔ قرآن مجید میں واضح طریقے پر ارشاد فرمایا :

ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الآخرۃ من الخاسرین.

اور جو شخص دین اسلام کے علاوہ کوئی دین طلب کرے گا اس سے وہ دین ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ والوں میں سے ہوگا۔

نیز ارشاد فرمایا :

ان الذین کفروا و ظلموا لم یکن اللّٰہ لیغفرلھم ولا لیھدیھم طریقا الا طریق جھنم خٰلدین فیھا ابدا و کان ذالک علی اللّٰہ یسیرا.

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور ظلم کیا اللہ انہیں نہیں بخشے گا اور نہ انہیں جہنم کے راستہ کے علاوہ کوئی راستہ دکھائے گا اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے اور یہ اللہ پر آسان ہے۔

پھر فرمایا :

یآیھا الناس قد جآئکم الرسول بالحق من ربکم فاٰمنوا خیرالکم وان تکفروا فان للّٰہ مافی السمٰوٰت والارض وکان اللّٰہ علیما حکیما.

اے لوگو! تمہارے پاس رسول آیا ہے حق کے ساتھ تمہارے رب کی طرف سے سو تم ایمان لے آؤ، یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا اگر تم کفر کرو (تو سمجھ لو کہ اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے زمین میں ہے اور اللہ جاننے والا ہے حکمت والا ہے

سورہ نساء میں فرمایا :

ان اللّٰہ لا یغفران یشرک بہ ویغفر مادون ذالک لمن یشاء و من یشرک باللّٰہ فقد ضل ضلالا بعیدا.

بیشک اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے علاوہ جس کو چاہے بخش دے گا اور جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرے وہ بہت دور کی گمراہی میں پڑ گیا۔

ان آیات سے واضح طور سے معلوم ہوا کہ دین اسلام میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور اسی پر آخرت کی نجات منحصر ہے، مشرک کی بھی نجات نہیں اور اسلام کے سوا جو بھی کوئی دین ہو اس کے ماننے والے سب کافر ہیں ان کی بھی نجات نہیں یہ لوگ دوزخ میں جائیں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ جو لوگ یوں کہتے ہیں کہ ہر دین کے ماننے والوں کی نجات ہوگی اور یہ سب کا راستہ اور انجام ایک ہی ہے، جھوٹے ہیں قرآن کے خلاف بولتے ہیں دوزخ کے داعی ہیں۔

حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام تشریف لاتے رہے ان پر ایمان لانے والے کم ہوتے تھے، منکرین زیادہ ہوتے تھے، شیطان نے لوگوں کو شرک پر بھی لگایا اور اسلام قبول کرنے سے بھی روکا، کفر و شرک کی جزا دوزخ ہے جسے قرآن مجید میں بار بار بیان فرمادیا۔ یہود اور نصاریٰ اور مشرکین اور دیگر اقوام نے اسلام کو قبول نہ کیا کافروں میں وہ لوگ

بھی ہیں جو ملحد و زندیق ہیں کسی دین کے قائل نہیں نہ قیامت کو مانتے ہیں نہ حساب کتاب کو نہ جنت دوزخ کو۔ ایمان والوں کا ایمان نجات دلانے کا باعث ہوگا اور اہل کفر اور اہل شرک دوزخ میں جائیں گے اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اسلام سے ہٹانے اور اسلام قبول کرنے سے روکنے کے لیے دشمنوں نے روزِ اول سے ہی طرح طرح کے منصوبے بنائے مسلمانوں کو ڈرانا دھمکانا مارنا پیٹنا قتل کرنا لالچ دے کر ورغلانا یہ سب طریقے دشمنانِ اسلام اختیار کرتے رہے ہیں پختہ ایمان والے پٹے کٹے قتل ہوئے اُنہیں بڑے بڑے لالچ دیے گئے لیکن ایمان سے نہیں پھرے۔ دشمنانِ اسلام نے آج کل مسلمانوں کو اسلام سے دور کرنے کے لیے اور ان کے دلوں میں کفر رچانے کے لیے ایک نیا دھندہ سوچا ہے اور اور وحدتِ ادیان کا نعرہ ہے۔ ان لوگوں نے یہ کوشش شروع کی ہے کہ وحدتِ ادیان کے نام سے جلسے کیے جائیں کانفرنسیں بلائی جائیں اور حاضرین کے سامنے یہ بات پیش کی جائے کہ جتنے بھی دین ہیں یہودیت ہو یا نصرانیت، ہندو مت ہو یا بدھ ازم، اسلام ہو یا آتش پرستی یہ سب ایک ہی دین ہے کیونکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کو پیدا کرنے والا مانتے ہیں اور ہر دین کی ابتدا خدا پرستی ہی سے ہے اور آخرت میں سب جا کر ایک ہو جائیں گے اور وہاں نجات پا جائیں گے۔ کسی کو دوزخ میں جانا نہ ہوگا (العیاذ باللہ)۔ یہ دشمنوں کی بہت بڑی چال ہے جگہ جگہ جلسے کریں گے عرب و عجم میں، افریقہ و ایشیا میں جہاں مسلمان زیادہ رہتے ہیں وہاں حاضرین کے سامنے اس قسم کی تقریریں کریں گے کہ ہر دین میں نجات ہے اور کسی خاص دین سے لگنے اور چمٹے رہنے کی ضرورت نہیں۔ اس کا یہ مطلب ہوگا کہ جن مسلمانوں کو اسلام اور کفر کے درمیان فرق معلوم نہیں جنہیں ماں باپ نے دین و ایمان نہیں سکھایا جنہیں ٹائی اور پتلون سے آراستہ کیا، جنہیں ہندوانہ دھوتی پہنائی ایسے لوگ وحدتِ ادیان کے داعیوں کے پھندے میں جلدی سے آسکتے ہیں۔ ان دشمنانِ دین کا یہ وحدتِ ادیان کا جھوٹا نظر آنا صرف مسلمانوں کو کفر کی طرف کھینچنے کے لیے ہے خود اپنا دین چھوڑنا نہیں ہے جو مسلمان یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دین اسلام ہی بھیجا ہوا ہے اور جس نے اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین قبول کیا یا ماں باپ اور کنبے قبیلہ کے ماحول میں کسی دین کو اختیار کیا جو اسلام کے علاوہ ہو وہ دوزخ میں جائے گا اس بات کا جاننے ماننے والا مسلمان کبھی وحدتِ ادیان کے داعیوں کے فریب میں نہیں آسکتا لیکن جن نام کے مسلمانوں نے اپنی اولاد کو دین و ایمان نہیں سکھایا اسلام کا فائدہ نہیں بتایا، جنت اور دوزخ سے واقف نہیں کرایا، کفر و شرک کی سزا، دائمی عذابِ دوزخ نہیں بتائی ایسے لوگ خود اور ان کے بیٹی بیٹا اسلام کو چھوڑ کر وحدتِ ادیان کا نظریہ قبول کر سکتے ہیں۔

ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' لاہور بابت محرم الحرام ۱۴۲۲ھ میں یہ خبر پڑھ کر تعجب ہوا کہ وحدتِ ادیان کی آئندہ کانفرنس پاکستان میں منعقد کی جانے والی ہے اللہ کرے یہ خبر غلط ہو لیکن جو لوگ اس منصوبے کو لے کر چل رہے ہیں ان کی کوششیں برابر جاری ہیں انوارِ مدینہ مذکورہ شمارہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ پچیس ممالک میں وحدتِ ادیان کے دفاتر قائم کیے جا چکے ہیں پاکستان میں اس کا دفتر ۱۹۷-اے احمد بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور میں واقع ہے نیز یہ بھی لکھا ہے کہ اس سلسلے میں

مسلمانوں اور عیسائیوں کا ایک مشترکہ اجلاس ۱۱/۱اکتوبر ۲۰۰۰ء کو پشاور میں ہو چکا ہے۔ کہ جو لوگ مسلمان ہونے کے دعویدار ہیں وہ ایسی تحریکات میں حصہ لیتے ہیں اور اپنے ملکوں میں ایسے اداروں کے دفاتر قائم کرنے پر راضی ہو جاتے ہیں جو کفر پھیلانے کے لیے قائم کیے گئے ہیں۔ پہلے ہی سے نصاریٰ کی تنظیمیں قائم ہیں قادیانی کافر بھی بڑھ چڑھ کر کفر پھیلا رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ بنگلہ دیش میں عیسائیوں کے تیرہ ہزار مشن قائم ہیں جو مسلمانوں کو عیسائی بنا رہے ہیں تعجب ہے کہ ملک مسلمانوں کے اور ان میں دعوت دی جائے کفر کی مسلمان اصحاب اقتدار صرف یہ دیکھتے ہیں کہ نصاریٰ کو راضی کرنا ہے یہ نہیں دیکھتے کہ ہم اسلام کے دشمن بن کر آخرت میں عذاب کے مستحق ہو رہے ہیں، عیسائیوں کے مشن قادیانیوں کے مراکز تو تھے ہی اب وحدت ادیان کے دفاتر بھی قائم ہونے لگے۔ تمام مسلمان عوام اور خواص اصحاب اقتدار غریب اور مالدار سب پر لازم ہے کہ اپنے ممالک کو کفر سے اور کافروں کی دعوت سے پاک کریں اور مسلمانوں کو صحیح مسلمان بنائیں اسلام کی چیزیں سمجھائیں ماں باپ اولاد کو اسلامی عقائد سکھائیں اور اسلام کے احکام کی تعلیم دیں اگر مولوی حافظ بنانے میں خفت محسوس کرتے ہیں (العیاذ باللہ) تو کم از کم بچوں کو عقائد اسلام اور حقیقت ایمان اور احکام اسلام تو سمجھا دیں اور بتا دیں تا کہ وہ کفر و ایمان کا فرق سمجھ لیں اور یہ کسی داعی کفر کی دعوت قبول کر کے جانتے بوجھتے ہوئے دوزخ کا ایندھن نہ بنیں واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔

☆

عُمدہ اور فینسی جِلد سازی کا عظیم مرکز

NBB

نفیس بُک بائنڈرز

ہمارے یہاں ڈائی دار اور لیمینیشن والی جلد بنانے کا کام انتہائی معیاری طور پر کیا جاتا ہے

نیز قرآن مجید کی اعلیٰ قسم کی بکس والی جلد بھی خوبصورت انداز میں بنائی جاتی ہے

مُناسب نرخ پر معیاری جلد سازی کے لئے رجوع فرمائیں

۱۶۔ ٹیپ روڈ نزد گھوڑا ہسپتال لاہور ۔ فون 7322408

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

یہ تہنیت نامہ حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک برس قبل ۱۴؍اپریل ۲۰۰۱ء کو تحریر فرمایا مگر نامعلوم وجوہات کی بناء پر گزشتہ ماہ ۱۵؍اپریل ۲۰۰۲ء کو ہمیں موصول ہوا۔ جس واقعہ سے متعلق یہ خط ہے اگرچہ اس کو ایک سال گزر چکا ہے مگر اسلام کا مجاہد ہمیشہ جھپٹ کر پلٹنا اور پلٹ کر جھپٹنا رہتا ہے اور کفر کا غلبہ ہمیشہ جھاگ کی مانند وقتی و عارضی ہوتا ہے اس لیے اس تاریخی خط کی افادیت و تازگی برقرار و بحال ہے۔ عجیب اتفاق ہے کہ اس خط کے لکھنے والے بھی اس وقت اس دنیا میں موجود نہیں ہیں پچھلے سال ماہ رمضان المبارک میں مدینہ منورہ کی باسعادت موت انہیں عالم بالا کی طرف منتقل کر چکی، اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے منور فرمائے۔ خط کی تاریخی اہمیت کے پیش نظر اس کو قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

(مدیر : ۱۵؍صفر ۱۴۲۳ھ/۲۹؍اپریل ۲۰۰۲ء)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

محمد عاشق الٰہی البرنی عفی عنہ
ص.ب: ۷۰۶ - المدینة المنورة
المملكة العربية السعودية
☎ ۸۳۶۷۲۰۵ - فاكس: ۸۳۶۷۲۰۵ - ۸۳۸۳۴۲۶

Muhammad Ashiq Elahi Al-Barni
P.O.Box. 706 - Madina Munawwara
Kingdo of Saudi Arabia
☎ 8367205 - Fax: 8367205 - 8383426

التاريخ ۲۰/ ۱ / ۱۴۲۲ھ　　Date 14 / 4 / 2000

"التهنئة و التبريك"

الحمد لله على الدوام والصلوة والسلام على انبيائه الكرام ورسله العظام الذين جاءوا بالحق واشاعوا التوحيد بين الانام ونهوا عن عبادة الأوثان وكسروا الأصنام خصوصاً على آخرهم سيدنا محمد النبي العربي البدر التمام وعلى آله وصحبه ومن اتبع هداه إلى يوم القيام۔

أما بعد! فان الله تعالى أكرم الطالبين في أفغانستان حيث سلطهم على هذه الأرض واستخلفهم ومكنهم لإقامة الدين وإجراء أحكامه وإنفاذ حدوده، فهم يخدمون هذا الملك بجهودهم ومساعيهم ولا يخافون لومة لائم في إجراء أحكام الإسلام، وقبل نحو عشرين يوماً قاموا بعملٍ جليل حيث قاموا بكسر الاصنام والمجسمات القديمة التي كانت في أنحاء ملكهم من الجبال وغيرها، وقبل أن يكسروها طفقت الأمم الكافرة تجعل لهم أموالاً كثيرة أن لا يكسروها، فما وهنوا في عزمهم وما استكانوا لأصحاب الدنيا فجعلوا الأصنام جذاذاً كما فعل بها سيدنا إبراهيم عليه الصلاة والسلام، وأنا أهنئ وأبرك أمير المؤمنين ملا عمر والذين قاموا معه بالجهاد ابتغاء مرضات الله تعالى،

ومن العجيب أن بعض الناس من مصر وغيرها ذهبوا عندهم ليمنعوهم من كسر الأوثان وذكروا فيه مصالح، لكن الطالبين ما رضوا بقولهم وأحيوا سنة إبراهيم عليه الصلاة والسلام واتبعوا الملك المحمود الغزنوي رحمه الله تعالى۔ بارك الله في أعمال الطالبين ونصرهم في جهودهم وأمطر عليهم شآبيب رحمته ونصرهم في الدنيا والآخرة۔

أنا العبد الضعيف

المفتي بدار العلوم كراتشي (سابقاً)

تہنیہ اور مبارکباد

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں ہمیشہ اور صلوۃ وسلام ہو اس کے مکرم نبیوں پر اور اس کے معظم رسولوں پر جو حق کو لائے اور مخلوق کے درمیان توحید کو پھیلایا اور بتوں کی عبادت سے منع کیا اور بتوں کو توڑ ڈالا۔ خصوصاً ان سب کے آخری ہمارے سردار محمد نبی عربی جو کہ بدرِ تمام ہیں اور اُن کی آل پر اور ان کے صحابہ پر اور جو ان کے طریقہ پر چلے قیامت تک اما بعد! بے شک اللہ تعالی نے طالبان کو افغانستان کی سرزمین پر غلبہ دے کر عزت بخشی ہے اور ان کو خلافت عطاء کی ہے اور دین کی اقامة اور اس کے احکام کے اجرا اور اس کی حدود کے نفاذ کی قدرت بخشی ہے پس وہ اپنی بھرپور کوششوں سے اس ملک کی خدمت کر رہے ہیں اور احکام اسلام کو جاری کرنے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہیں کر رہے ہیں اور بیس روز پہلے انہوں نے ایک اہم کام کا بیڑا اپنے سر لیا ہے وہ یہ کہ ان کے ملک کے اطراف پہاڑوں وغیرہ میں جو قدیم بت بنے ہوئے ہیں ان کو توڑ نیکا کام ان کے توڑنے سے پیشتر ہی کافروں کی جماعتیں ان کو نہ توڑنے کے بدلے بہت بہت مال دینے پر آمادہ ہونے لگیں مگر وہ اپنے عزم میں کمزور نہ ہوئے اور اہل دنیا کے آگے نہ جھکے اور انہوں نے بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا جیسا کہ ہمارے سردار حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا تھا۔ اس موقع پر میں ملا عمر اور ان کے جہادی رفقاء کو تہنیت اور مبارکباد پیش کرتا ہوں جو اللہ کی رضا کے لیے جہاد میں لگے ہوئے ہیں اور بڑے تعجب کی بات ہے کہ مصر وغیرہ سے بعض لوگ ان کے پاس گئے تا کہ ان کو بت شکنی سے باز کریں اور ان کو اس کی بہت مصلحتیں بیان کیں لیکن طالبان نے ان کی بات کو تسلیم نہ کیا اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی سنت کو زندہ کر دیا اور بادشاہ

محمود غزنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے طریقے پر چلے۔ اللہ تعالیٰ طالبان کے کاموں میں برکت عطاء فرمائیں اور ان کی کوششوں میں ان کی مدد فرمائیں اور ان پر اپنی رحمت کی بوچھاڑ فرمائے اور دنیا و آخرت میں ان کی مدد فرمائے۔

بندۂ ضعیف
محمد عاشق الٰہی عفا اللہ عنہ
سابق مفتی دار العلوم کراچی

☆

دعائے صحت کی اپیل

حضرت اقدس مولانا السید اسعد صاحب مدنی دامت برکاتہم گزشتہ ماہ لیبیا کے دورہ پر تشریف لے گئے تھے وہاں ہوٹل کی سیڑھی پر سے گرنے کی وجہ سے آپ کے بائیں کولہے کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ بعد ازاں آپریشن کے ذریعے مصنوعی ہڈی لگا دی گئی ہے۔ بحمد اللہ اب حضرت روبصحت ہیں انشاء اللہ مئی کے آخر میں ہندوستان واپسی متوقع ہے قارئین کرام سے دعائے صحت کی اپیل ہے (ادارہ)

شرعی اصول کے مطابق سونے کے زیورات بنانے کا قابلِ اعتماد ادارہ
دلشاد گولڈ سمتھ
ہمارے یہاں سونے کی فینسی اور جدید ڈیزائن کے مطابق چوڑیاں تیار کی جاتی ہیں۔
نیز آرڈر پر عروسی زیورات منفرد اور جدید ڈیزائن میں فیکٹری ریٹ پر بنائے جاتے ہیں
پروپرائٹر:۔ شیخ فیروز الدین۔ محمد اعزاز
محمد گولڈ سنٹر عقب سنگھار سنٹر فسٹ فلور دھوبی منڈی پرانی انارکلی لاہور فون: 7240181

وفیات

موت العالِم موت العالَم

گزشتہ ماہ ۲۱ رمئی کی شام خطیب شعلہ بیاں اور جمعیت علماء اسلام کے سرپرست حضرت مولانا محمد اجمل خان صاحب رحلت فرماگئے اناللہ وانا الیہ راجعون ۔ حضرت مولانا بہت سلجھے ہوئے ، ملنسار اور ہر دلعزیز راہنما تھے ۔آپ نے ہر دور میں بے دھڑک کلمہ حق کہا اور ہر باطل کے سامنے سینہ تان لیا۔آپ کی تقریروں کی بدولت بے شمار لوگوں کی کایا پلٹ گئی اور وہ دینِ حق کے خادم بن گئے ۔آپ طویل عرصہ سے بیمار تھے ، ۷۰ برس عمر پائی ، آپ کی وفات طبقہ علماء بالخصوص جمعیت علماء اسلام کے لیے نا قابل تلافی نقصان ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو قبول فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور آپ کی وفات سے پیدا ہونے والے خلاء کو پُر فرمائے نیز آپ کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق نصیب ہو آمین

تاخیر سے موصول ہونے والی اطلاع کے مطابق ۲۴ر اپریل کو کراچی میں جناب ڈاکٹر احمد منیر کمال صاحب طویل علالت کے بعد انتقال فرما گئے ۔مرحوم نے طویل عمر پائی اور اپنی عمر کا ابتدائی اور درمیانی دور علماء حق کی قریبی وابستگی میں گزارا۔آپ غریب نواز اور بندہ پرور انسان تھے ۔آپ جمعیت علماء اسلام کے ساتھ عملاً ایک عرصہ وابستہ رہے ۔آپ کی زیادہ تر خدمات علمی اور قلمی شکل میں تھیں چونکہ آپ نے اپنی زندگی کے آخری بیس پچیس سال گوشہ گمنامی میں گزار دیئے اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کے قریبی احباب ان کی ان خدمات کو اجاگر کریں تاکہ آنے والی نسل ان کی دینی وابستگی اور نظریات سے آگاہ رہے۔ادارہ ان کے صاحبزادہ جناب خاور احمد صاحب اور پسماندگان کے غم میں برابر کا شریک ہو کر ان کی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرما کر اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

☆ جناب محترم الحاج حافظ صغیر احمد صاحب مدظلہ کی جواں سال نواسی اور ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب مدظلہم کی بھتیجی ۲۸ رمئی کو مختصر علالت کے بعد انتقال کر گئیں چند ہی روز پیشتر مرحومہ کے والد مولانا آفتاب کی وفات ہو گئی تھی پے در پے ناگہانی حادثات پر تمام اہل خاندان سے ادارہ تعزیت مسنونہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔

☆ ۲۳ رمئی کو جناب حکیم عبدالرؤف صاحب کی والدہ محترمہ طویل علالت کے بعد انتقال فرما گئیں ۔اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرما کر بلند درجات عطا فرمائے ۔حکیم صاحب اور دیگر پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے آمین ۔

جامعہ مدنیہ جدید و خانقاہ حامدیہ میں تمام مرحومین کے لیے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کرائی گئی ۔اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

جمعہ کا بیان

حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب مدظلہ العالی بتاریخ ۱۹؍اپریل ۲۰۰۲ء للہ ضلع جہلم تشریف لے گئے وہاں آپ نے جامع مسجد للہ میں جمعہ کے موقع پر خطاب فرمایا۔ اس خطاب میں آپ نے حدیث شریف کی روشنی میں ماہ صفر میں کی جانے والی رسومات اور خلاف شرع باتوں کا خوبصورت انداز میں تجزیہ کیا اور عوام الناس کو ان چیزوں سے بچنے اور شریعت پر چلنے کی تلقین فرمائی۔ مولانا کا یہ خطاب افادیت کے پیش نظر نذر قارئین کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلٰوۃ والسلام علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد و الہ واصحابہ اجمعین اما بعد!

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہت ساری چیزیں سکھلائی ہیں چاہے اس کا تعلق کسی کے بھی ساتھ ہو مردوں کے ساتھ ہو عورتوں کے ساتھ ہو شہری طبقہ ہو یا دیہاتی طبقہ ہو آپ کی تعلیمات اور آپ کی ہدایات سب کے لیے ہیں۔ آپ کا دین پورے جہان کے لیے ہے۔ جہان کے کسی کونے کا اس میں استثناء نہیں ہے کہ فلاں علاقہ، فلاں ملک، فلاں صوبہ، فلاں گاؤں وہ اس سے مستثناء ہے ایسا نہیں ہے۔ ہر ایک کے لیے آپ کا دین مکمل ہے اور ہر ایک کو آخرت کی نجات کے لیے اُس کو اپنانا ضروری ہے۔ اگر کوئی اس کو نہیں اپنائے گا تو آخرت میں اسے نجات نہیں مل سکتی آخرت کی جو کامیابی ہے وہ اُسے ہرگز نہیں مل سکتی۔ چنانچہ آپ کی فرمودہ ہدایات کو سمجھنا اور ان پر عمل کرنا بغیر لیت ولعل کے، بس اسی میں ہر ایک کی خیر ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں کچھ چیزیں ایسی تھیں جن پر لوگ اعتقاد رکھتے تھے اور ناواقفیت اور جہالت کی وجہ سے آج بھی لوگ ایسی چیزوں پر اعتقادات رکھتے ہیں جسے بد اعتقادی کہا جائے دین سے ناواقفیت کہا جائے جو بھی نام لے لیا جائے ان کی آپ نے اصلاح فرمائی۔ ان میں جو چیزیں ارشاد فرمائیں ان میں ایک چیز سب سے پہلے یہ فرمائی۔

مرض کے متعدی ہونے کی نفی :

لَا عَدْوٰی یہ جو ہم کہتے ہیں اچھوت کی بیماریاں متعدی بیماریاں کہ فلاں چیز متعدی ہوتی ہے اگر کسی کو ہو گئی تو پھر دوسرے کو بھی وہ چیز ضرور ہو جائے گی۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حدیث شریف میں اس اعتقاد کی نفی فرمائی کہ یہ اعتقاد رکھنا کہ اچھوت کی بیماری اس دوسرے آدمی کو بھی ضرور ہو جائے گی یہ غلط ہے۔

اس بداعتقادی کا نقصان :

اور یہ اعتقاد رکھنے کا نقصان بھی بہت ہے۔ آپ دیکھیں جب کوئی آدمی بیمار ہوتا ہے تو ایک تو وہ بیماری سے پریشان ہوتا ہے اپنے کام کاج نہیں کر سکتا ذہنی طور پر بھی فکر مند ہوتا ہے جسمانی بیماری تو اسے لگی ہوئی ہے جیسے ٹی بی لگ گئی یا کوئی اور بیماری لگ گئی کہ اس کا دوسرے پر اثر ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اسی طرح یرقان جو سخت قسم کا ہوتا ہے جسے پیلیا کہتے ہیں اس میں بھی بعض دفعہ امکانات ہوتے ہیں دوسرے کو لگنے کے، تو اگر یہ صحیح ہو کہ لازمی وہ تکلیف ہوا کرتی ہے تو دوسرا آدمی پھر اس سے بچے گا تو جب اس سے بچیں گے تو پھر اس کی خدمت کیسے کریں گے۔ اسے تو ضرورت ہے کہ اُس کی خدمت کی جائے اس کا دل بہلایا جائے اس کی وحشت کم کی جائے پہلے ہی وہ بیماری سے وحشت زدہ ہے اُسے سکون و اطمینان دلایا جائے اور وہ تب ہی ہوگا جب کوئی اس کے پاس آ کر بیٹھے گا اس سے محبت کی پیار کی بات کرے گا تسلی کی بات کرے گا اس کو وقت پر دوا دے گا اس کو پرہیزی کھانا وقت پر دے گا اس کو دبائے گا اُس کو اُٹھنے کی بیٹھنے کی ضرورت پڑے گی تو سہارا دے گا۔ اگر یہ بات صحیح ہوا کرتی کہ ایسا ہے یا نبی علیہ السلام یہ ارشاد نہ فرماتے اور لوگوں کی اصلاح نہ فرماتے تو پھر لوگ بیماری میں یہی کیا کرتے کہ بالکل اس سے الگ تھلگ ہوتے منہ پر کپڑا باندھتے، ناک پر کپڑا رکھتے اس کے پاس نہ آتے اگر آتے بھی تو پرے سے آتے۔ اب انسان خود سوچے کہ میرے ساتھ اگر کوئی اس طرح سے کرے تو میرے دل پر کیا گزرے گی، تکلیف ہوگی یا نہیں ہوگی۔ بہت سخت تکلیف ہوگی کہ میں کوئی ناپاک چیز بن گیا ہوں انہی میں رہتا تھا۔ انہی میں میں بڑا ہوا ہوں انہی میں میرا وقت گزرتا تھا یہی میرے ساتھ مذاق کرتے تھے میرے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے تھے اب یہ لوگ میری چارپائی پر بھی نہیں بیٹھتے تو اس کی بیماری کم ہونے کے بجائے اور بڑھے گی اور ایک بیماری سے بڑھ کر دو بیماریاں ہو جائیں گی ایک بیماری تو اُسے جسمانی ہے دوسری بیماری آپ کے اس عمل سے ذہنی بیماری ہو جائے گی۔ ذہنی طور پر اُسے جو سکون ملنا چاہیے تھا اور اطمینان ملنا چاہیے تھا وہ لوگوں کے رویے نے چھین لیا۔

اخلاقی فلسفہ اور حوصلہ میں اضافہ :

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ جملہ ارشاد فرما کر تیمارداروں کو اہل خانہ کو حوصلہ دیدیا اس میں مت پڑو گھبراؤ مت جب تک اللہ کا حکم نہیں ہوگا کسی کی بیماری کسی کو نہیں لگ سکتی۔ اللہ کی مشیت ہو جائے پھر ٹھیک ہے پھر لگتی ہے پھر کوئی بچا بھی نہیں سکتا تو اس لیے یہ بات سمجھنا کہ اچھوت ضرور ہو جاتا ہے ٹھیک نہیں ہے کیونکہ اس کا رویوں پر اخلاقی اعتبار سے بُرا اثر پڑے گا، کوئی مریض کی تیمارداری نہیں کرے گا اگر کریں گے تو بڑے بُرے انداز میں بھونڈے انداز میں کریں گے اُس سے اسے اذیت پہنچے گی اس سے فائدہ ہونے کے بجائے اس کی تکلیف مزید بڑھتی چلی جائے گی وہ ٹھیک ہی نہیں ہوگا۔ ڈاکٹر بھی حیران رہیں گے کہ ہم دوا بھی دے رہے ہیں علاج بھی کر رہے ہیں اس میں فرق آنا چاہیے تھا فرق کیوں نہیں آ رہا بہر حال آپ نے فرمایا لَا عَدْوٰی تعدی نہیں ہے اچھوت نہیں ہے۔ یہ غلط اعتقاد ہے تم لوگوں کا، اصلاح کر دی۔

اصلاح کا اثر :

اب جب کوئی بیمار ہوگا آپ بے دھڑک اُس کے پاس جائیں گے اس کو وقت پر دوا دیں گے اس کا پرہیزی کھانا ہوگا اس کی خدمت کریں گے بستر صاف کریں گے اس کے کپڑے بھی دھوئیں گے اس کو وقت پر صاف کپڑے بھی دیں گے اسے پہلے سے زیادہ پیار دیں گے جو پہلے ملتا تھا اس سے زیادہ پیار اس سے زیادہ اس سے شفقت کا معاملہ، تو یہ چیزیں اس کی ذہنی اذیت دور کریں گی اسے ذہنی طور پر سکون ہوگا قلبی راحت ہوگی اس کا اس کے جسم پر اچھا اثر پڑے گا اس کی بیماری ختم ہو۔۔ کی رفتار بڑھ جائے گی تو وہ جلد از جلد صحت کی طرف آئے گا۔ اُس بُرے رویے سے بیماری کم تھی تو زیادہ ہوگئی تھی اور اس اچھے رویے سے بیماری زیادہ بھی تھی تو کم ہونا شروع ہو جائے گی، اتنا بڑا فرق ہوگیا نبی علیہ السلام کی اس ہدایت اور ارشاد کی برکت سے کہ لوگوں کے رویوں پر اثر پڑا اور اس رویے کا مریض پر یہ اثر پڑا کہ اس کا مرض تیزی ۔۔ ٹھیک ہونے کی طرف آنے لگا۔ اُسے شفقت مل رہی ہے اُسے پیار مل رہا ہے اُسے گود میں لے کر بیٹھ رہے ہیں اُسے سہارا دے رہے ہیں کوئی اس کا سر ران پر رکھ رہا ہے، کوئی دوا دیتا ہے گویا ہر طرح کی شفقت تو وہ سکون محسوس کرے گا اور زیادہ خوش ہوگا۔

ایک اشکال اور اس کا جواب :

یہ جو بعض اوقات بیماریاں ایک سے دوسرے کو لگ جاتی ہیں اور ایسا ہوتے آپ نے دیکھا بھی ہوگا چنانچہ ایک دیہاتی نے آپ ﷺ پر اپنا ایک اشکال پیش کیا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ ارشاد فرمار ہے ہیں کہ لَا عَدْوٰی تعدی نہیں ہوتی لیکن ہم جانوروں میں دیکھتے ہیں کہ ایک بیماری دوسروں کو لگ جاتی ہے۔

اشکال و اعتراض میں فرق :

اشکال پیش کیا دیہاتی صحابی نے، آپ کی بات پر اعتراض نہیں کیا، اعتراض کرنا اور ہے اشکال کرنا اور ہے اعتراض کرنے والا تو کافر ہو جاتا ہے اگر آپ ﷺ کی بات پر اعتراض کے طور پر کوئی کہہ دے تو وہ یا تو کافر کہے گا تو وہ تو ہے ہی کافر اور اگر مسلمان ایسی حرکت کر بیٹھے تو وہ کافر ہو جائے گا اسلام سے نکل جائے گا۔ اپنے ذہن میں پیش آنے والا اشکال حل کرنے کے لیے آپ کی خدمت میں پیش کرنا ادب کے خلاف نہیں ہے یہ تو علم کی طلب اور تحصیل ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح اگر آپ کسی عالم دین سے دین کے کسی مسئلے پر اشکال ذہن میں آنے پر مسئلہ دوبارہ پوچھتے ہیں اشکال دور کرنے کے لیے سوال کر لیتے ہیں اس میں کوئی بُرائی نہیں بلکہ ثواب ہے کیونکہ علم میں اضافہ ہوگا، اشکال دور ہوگا لیکن اگر اعتراض کی نیت سے کریں گے تو نبی سے کریں گے تو کافر ہو جائے گا اور عالم سے کریں گے تو کم از کم گناہ ملے گا گناہ سے خالی نہیں ہوگا کیونکہ عالم کی توہین کرنا بھی ایسے ہے جیسے نبی کی توہین کر دی کیونکہ وہ وارث ہے بشرطیکہ عالم باعمل

ہو اللہ والا ہو متقی ہو دُنیا دار نہ ہو لالچی پیسہ پرست دُنیا کا طالب نہ ہو اس پر اعتراض کریں گے تو بھی گناہ ملے گا تو ایک دیہاتی نے ایک اشکال پیش کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم دیکھتے ہیں اُونٹوں کو اُونٹ چونکہ وہاں پالتے تھے اس لیے انہوں نے اُونٹ کی بات کرنی تھی کہ ایک خارش زدہ اُونٹ آجاتا ہے اُس کی وجہ سے باقی اُونٹ جو ہوتے ہیں اُن کو بھی خارش ہو جاتی ہے اور یہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ ایسے ہوتا ہے آج تک ہوتا ہے تو آپ اس کو الگ کرتے ہیں جدا جدا کرتے ہیں۔

اشکال کا حکیمانہ جواب :

نبی علیہ السلام نے اُس کی بات کو سُنا اور اس کی بات رد نہیں فرمائی بلکہ اصلاح فرمادی کہ یہ ٹھیک ہے ایک حد تک تمھاری بات درست ہے کہ ایسا ہوتا ہے لیکن یہ اسی وجہ سے ہوتا ہے یہ بھی درست نہیں ہے۔ نبی علیہ السلام اصلاح فرمارہے ہیں یہ ہے لیکن ایسا ضرور ہو یہ نہیں ہوا کرتا۔ اس لیے آپ نے اُسے تسلی بخش جواب دینے کے لیے جواب میں اُونٹ ہی کی مثال دی، اُونٹ والے کو سمجھانے کے لیے اگر آپ گاڑی کا پرزہ کھول دیں گے تو اُسے کیا سمجھ میں آئے گا۔ سوال دیہاتی آدمی کر رہا ہے اُس کی سمجھ کے مطابق ہی جواب دینا ہوگا۔ یہ کمال تھا نبی علیہ السلام کا نبی کا یہ کمال ہوتا ہے کہ جواب سائل کی سمجھ کے مطابق دیتا ہے، اس انداز میں دیتا ہے کہ عام آدمی سمجھ لے جیسا بھی آدمی ہو علمی آدمی ہے تو علمی انداز میں جواب، عام آدمی ہے ان پڑھ ہے تو عام انداز میں جواب دے گا کیونکہ نبی سب کے لیے ہے وہ پڑھے لکھے کے لیے بھی نبی ہے اور جاہل کے لیے بھی نبی ہے اس لیے اُس نے اس کی بھی تسلی کرنی ہے تو نبی علیہ السلام نے اس سے ہی سوال کیا کہ سب سے پہلے اُونٹ کو جو خارش ہوئی تھی وہ اس کو کس سے لگی تھی۔ اس کا جواب تھا ہی نہیں اُسے تو کسی اُونٹ سے بیماری نہیں لگی اُس میں کہاں سے آئی بیماری تو وہ بات سمجھ گئے۔ وہ بالکل دیہاتی تھا اُس کو آپ نے اسی انداز میں بات کر کے سمجھا دیا اشکال رفع ہو گیا اطمینان ہو گیا کہاں سے آئی؟ اللہ کی مشیت سے۔ اگر تعدی ہی ہوا کرتی تو پھر تو جب اُونٹ سارے صحیح ہیں تو پھر بیماری بھی نہیں ہونی چاہیے۔ اس کا مطلب ہے کہ بیماری اللہ کی مشیت کے طابع ہے۔ یہ نہیں ہے کہ اگر لگ گئی تو اب دوسرے کو ضرور لگے گی، ہاں لگ سکتی ہے امکان ہے لیکن لازمی نہیں ہے۔ یہ ہے اس حدیث کا مطلب اگر مقدر میں ہے تمہارے تو تم اس سے دُور ہو کر دوسرے کمرے میں بیٹھ جاؤ پھر بھی بیماری آکر لگ جائے گی اور اگر نہیں ہے تو اس کی خدمت کرتے رہیں نہیں لگے گی۔

مثال سے مزید وضاحت :

آپ دیکھیں ٹی بی کے مریض ہیں یا نہیں؟ کتنے ہیں ٹی بی کے ہسپتال بنے ہوئے — کیا اس کا عملہ ٹی بی کے مرض میں مرتا ہے کیا ٹی بی ہسپتال کے سب ڈاکٹر ٹی بی کی بیماری میں مرتے ہیں کیا وہاں کی نرسیں ٹی بی کی بیماری میں مرتی ہیں؟ شاید کوئی کوئی مرتا ہو گا ٹی بی میں اکثر تو کسی اور ہی بیماری میں تکلیف میں مرتے ہیں۔ کسی کو ہارٹ اٹیک ہوتا ہو گا کسی کا ایکسیڈنٹ ہوتا ہو گا جیسے عام طور پر طبعی موتیں ہو رہی ہیں وہی عمل ان کے ساتھ ہو رہا ہے تو اگر تعدی ہوتی تو پھر ٹی بی ہسپتال

کے سارے ڈاکٹر وغیرہ اس بیماری میں مرا کرتے بلکہ ڈر کے مارے ٹی بی کے ڈاکٹر ہی آنا بند ہو جاتے کہتے کہ ہم نہیں بنتے ٹی بی کے ڈاکٹر ہم اس مصیبت میں نہیں پڑتے لیکن ایسا نہیں ہے تو یہ نبی علیہ السلام نے اصلاح فرمادی۔ ایک بات ارشاد فرمائی اس پر اشکال پیدا ہوا، اشکال والے کا اشکال سُنا سُن کر اس کی اُسی انداز اُسی زبان اُس سطح پر اصلاح کردی۔ یہ ہے شانِ نبوت یہی عالم کا بھی حال ہونا چاہیے کہ جب وہ کہیں بات کرے تو پھر مخالف کی سطح دیکھے کہ کس سطح کے لوگ ہیں ان سے اس طرح کی بات کرے تب تو فائدہ ہوگا ورنہ فائدہ ہی نہیں ہوگا دعوت کا عمل مکمل نہیں ہوگا تبلیغ نہیں ہوگی تو ایک تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لوگوں میں اس عقیدے کی اصلاح فرمائی کہ یہ نہیں ہے اس کی وجہ سے تم اپنے بیماروں اور مریضوں کو اذیت میں ڈال دو، ہندوؤں کی طرح انھیں اچھوت سمجھ لو اس طرح ہندو کرتے ہیں یہ تو اوہام پرستی اور وہم یہ ہندوانی چیزیں ہیں۔ اسلام اور مسلمان میں نہیں ہیں مسلمان کو تو اللہ کی ذات پر مکمل بھروسہ اور توکّل ہوتا ہے۔

نبی علیہ السلام - احتیاطی تدبیر بھی توکّل بھی :

نبی علیہ السلام نے اُمت کو دونوں طرح کے عمل کر کے بھی دکھا دیے۔ احتیاط کا عمل بھی دکھادیا کہ احتیاط بھی کرو بے احتیاطی بھی مت کرو لیکن احتیاط کے ساتھ ساتھ یہ اعتقاد رکھو کہ اللہ چاہیں گے تو یہ تکلیف ہوگی ورنہ نہیں ہوگی بے احتیاطی بھی نہیں کرنی چنانچہ آپ نے اُمت کی تعلیم کے لیے دونوں عمل کر کے دکھائے۔ توکل کی مثال بھی دے کر دکھائی اپنے عمل سے اور آپ نے اپنے عمل سے اُمت کے کمزور لوگوں کے لیے احتیاط والا عمل بھی کر کے دکھادیا کہ ہر ایک کا اتنا توکل نہیں ہوتا ہر ایک توکل میں اتنا مضبوط نہیں ہوتا کمزور بھی ہوتے ہیں بے چارے وہ بھی اس دُنیا میں ہیں، آپ نے اپنے عمل سے اُن کے لیے بھی ایک مثال قائم کردی تا کہ ان کو بھی حوصلہ رہے کہ ہم جو کر رہے ہیں وہ وہی عمل کر رہے ہیں جو نبی علیہ السلام نے بتایا ہے۔ وہ کیا ہے کہ اگر مریض ایسا ہے کہ اُسے متعدی تکلیف ہے تو اُس مرض سے احتیاط کرے احتیاط میں حرج نہیں ہے چنانچہ یہ جو تکلیف ہوتی ہے جسے ہم کوڑھ (جذام) کہتے ہیں بڑی ہی خطرناک بیماری ہوتی ہے۔ ایک صاحب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں آئے، اندر پیغام بھجوایا کہ ایک آدمی بیعت ہونے کے لیے آیا ہے اور اُسے کوڑھ کی تکلیف ہے اب اس سے حفاظت بھی ہے حدیث میں آتا ہے کوڑھ والے سے ایسے بھاگو ایسے ڈرو جیسے شیر سے ڈرتے ہو یعنی یہ خطرناک چیز ہے اس کے اثرات ہو سکتے ہیں اب حدیث میں یہ ارشاد فرمایا تو اس ارشاد کے مطابق آپ نے عمل بھی کیا کہ اُس سے کہہ دیا کہ اُس سے کہہ دو کہ میں نے تمہیں بیعت کرلیا چلے جاؤ واپس اور غائبانہ بیعت فرمالی احتیاط پر عمل کیا۔ اس وقت ملنا پسند نہیں فرمایا لیکن اس کی دل شکنی بھی نہیں کی ایسا جملہ بھی نہیں فرمایا کہ دل شکنی ہو یہ بھی نہیں فرمایا کہ بیعت نہیں کروں گا، مقصد تو تھا ایمان اور بیعت ہونا وہ تو حاصل ہوگیا تو اب تم چلے جاؤ[1] چنانچہ اُسے غائبانہ بیعت فرمالیا اور وہ رُخصت ہوگیا اس انداز میں احتیاط کرلی ترکیب سے اور خوبصورتی کے ساتھ کہ اُس کی دل شکنی نہ ہو

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۳۹۲

احتیاط کرنے والوں کے لیے ایک طریقہ سمجھا دیا لیکن دوسری طرف ایک اور رُخ بھی ہے بہت ہی عجیب وغریب نبی علیہ السلام کے عمل کا کہ ایک دفعہ آپ کے پاس ایک اور کوڑھ کا مریض آگیا اُس وقت کھانا کھایا جارہا تھا وہ آپ کے قریب بیٹھا آپ نے کھانا شروع فرمایا اور اُس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی پلیٹ میں ڈالا اور فرمایا کل ثقةً باللّٰہ و توکلاً علیہ ؎ کہا اس پلیٹ میں میرے ساتھ کھا اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے۔ یہ آپ نے توکل کی اعلیٰ مثال قائم کر کے دکھائی کیونکہ اُمت میں ہر طرح کے لوگ ہیں مضبوط بھی ہیں توکل کے اعتبار سے اور کمزور بھی ہیں، کمزوروں کے لیے وہ عمل کر کے دکھایا لیکن اس انداز میں کہ مریض کی دل شکنی نہ ہو اور جو متوکل ہیں اُن کے لیے آپ نے توکل کی اعلیٰ مثال قائم کر کے دکھائی کہ اپنے قریب بیٹھنا پھر ساتھ کھانا کھلانا پھر ساتھ کھانا کھلانے میں بھی اپنی ہی پلیٹ میں کھلانا کتنی بڑی چیز ہے۔ انسان کی تو وہم کے مارے بھوک ہی مٹ جاتی ہے چہ جائیکہ اپنے ساتھ کھانا کھلانا لیکن نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اُس کو اپنی پلیٹ میں کھانا کھلا رہے ہیں کہ یہاں اس میں کھانا کھاؤ میرے ساتھ تو دونوں طرح کے عمل کر کے دکھائے۔ یہ ہے اسلام کا ایمان کا اعجاز، اسلام کا معجزہ، اسلام کی کرامت۔ ہر ہر طرح کی تعلیم اس میں دی گئی ہے یہ آپ کو کسی اور مذہب میں مکمل اور اتنی تفصیل کے ساتھ نہیں مل سکتی۔ ہندو مذہب میں نہیں ملے گی وہ تو ویسے بھی ساری قوم ہی توہم پرست ہے ہندو تو ہیں ہی توہم پرست ہر چیز سے تو اُن کو ڈر لگتا ہے گائے سے اُنہیں ڈر لگتا ہے تو اُسے خدا بنالیا، بندر سے اُنہیں ڈر لگتا ہے تو اسے خدا بنالیا، سانپ سے اُنہیں ڈر لگتا ہے تو اسے خدا مان لیا تو جس سے ڈر لگا بس اُسے خدا مان کر سر نیچے کر لیا تو وہ تو کوئی مذہب ہی نہیں ہے۔ عیسائیت میں دیکھیں گے تو یہ تفصیلات نہیں ہیں یہودی مذہب میں نہیں ہیں، سکھوں میں نہیں ہیں۔ بدھ مت میں نہیں ہیں، کمیونزم اور سوشلزم میں کہیں نہیں ہیں۔ یہ صرف اسلام میں ملے گی مشکل یہ ہے کہ ہم نے اس پر عمل چھوڑ دیا ہے اس لیے ہم بدنام ہو رہے ہیں اس لیے ہم خراب سمجھے جاتے ہیں، عزت کی بجائے ذلت کا شکار ہو گئے، دین سے واقف ہی نہیں ہیں خود سیکھتے ہیں نہ اپنی اولادوں کو سکھاتے ہیں اگر سیکھیں اور سکھائیں تو باعزت بن کر رہیں گے اپنے اچھے اور بُرے کا پتا ہوگا تو ایک تو یہ چیز نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمائی۔

دوسری اصلاح :

اور دوسری ایک چیز آپ نے یہ ارشاد فرمائی کہ وَلَا نَوْءَ۔ نَوْءَ بھی نہیں ہے یہ بھی چھوڑ دو۔ وہ کیا ہوتا ہے وہ نجومیوں کی چیزیں ہوتی ہیں جیسے چاند کے مقامات ہیں چاند کی منزلیں ہیں وہ ان میں سفر کرتا ہے تو وہ بنا رکھی ہیں انہوں نے کہ اس مہینے میں یہاں ہوگا اس مہینے میں فلاں دن یہاں ہوگا جب اس منزل میں آئے گا تو فلاں ستارہ طلوع کرے گا فلاں ستارہ غروب کرے گا تو یہ ساعت انہوں نے مقرر کی ہوئی ہیں لہٰذا یہ جو بارش ہوتی ہے اس کے بارے میں یہ لوگ اعتقاد کرتے تھے کہ فلاں ستارہ جو طلوع ہو رہا ہے یہ اُس کی وجہ سے بارش ہو رہی ہے اور فلاں ستارہ جو غروب ہو رہا ہے اُس

؎ مشکوٰۃ شریف ص ۳۹۲

کی وجہ سے یہ ہوگا یہ انھوں نے ایسی چیزیں بنا رکھی تھیں۔ آپ نے مکمل تردید کردی کہ ایسا ہرگز نہیں ہے کسی ستارے کے طلوع اور غریب کے ساتھ بارش کے ہونے یا نہ ہونے کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

ستارہ اللہ کی مخلوق ہے اور بے اختیار ہے :

ستارہ کی کیا حیثیت ہے وہ تو بادل کے پانی اور بادل کی مانند جیسے یہ اللہ کی مخلوق ہے ویسے ہی ستارہ خود اللہ کی مخلوق ہے۔ جیسے بادل کو آنے اور جانے میں اپنے اُوپر اختیار نہیں ہے ایسے ہی خود ستارہ کو طلوع اور غروب پر اختیار نہیں ہے۔ ستارہ اپنی مرضی سے نہ طلوع ہو رہا ہے نہ غروب ہو رہا ہے اگر وہ ستارہ چاہے کہ اس ساعت کی بجائے میں فلاں ساعت میں طلوع کروں گا میں تو اس وقت نہیں کرتا۔ کیا ایسا کرسکتا ہے وہ ستارہ؟ تو جس ستارہ کو اپنے اوپر قدرت نہیں اپنے ہی معاملہ میں تصرف کا اختیار نہیں ہے وہ ہزاروں کروڑوں میل دُور جو اس زمین پر بادل آتا ہے اور آجاتا ہے اور برستا ہے اُس پر اُسے کیسے اختیار ہو سکتا ہے یہ تو عقل ہی نہیں مانتی یہ بات تو عقل ہی کے خلاف ہے۔ اس بچارے کو طلوع و غروب پر اختیار نہیں ہے۔ اس کی منزلیں جو اللہ نے مقرر کر رکھی ہیں کروڑوں سال ہو گئے اُس پر سفر کرتا ہے اُس کے علاوہ ذرا نہیں ہل سکتا۔ سورج نہیں ہل سکتا۔ آج صبح سورج جہاں سے طلوع ہوا ہے۔ جس جگہ سے آج اپریل کی جو بھی تاریخ ہے آج سے چار پانچ ہزار سال پہلے دس ہزار سال پہلے بھی اپریل کی اس تاریخ کو اسی جگہ سے طلوع ہوا تھا ذرا آگے پیچھے نہیں ہو سکتا اور آج سے پانچ ہزار سال بعد بھی اپریل کی اس تاریخ میں اسی جگہ سے طلوع ہوگا جہاں سے آج طلوع ہوا ہے۔ اتنا بڑا سورج اللہ کی قدرت کے آگے اتنا بے بس کہ وہ اپنا طلوع کا نقطہ نہیں بدل سکتا۔ وہ آج ادھر سے طلوع ہوا ہے لیکن اگلے سال اپریل کا مہینہ جو آئے گا وہ یہاں سے طلوع ہو کر دکھادے ایسا نہیں ہو سکتا ممکن نہیں تو جس کو اپنے آپ پر اختیار نہیں اپنے راستے پر اختیار نہیں جس ڈگر پر اس کو چلا دیا بس اُس ڈگر پر چل رہا ہے وہ کسی کے ہاں بارش اُتارنے اور چڑھانے کا اختیار کیسے رکھ سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا ایسا اعتقاد چھوڑ دو یہ بالکل غلط گناہ اور حرام ہے یہ شرک ہے یہ تو اللہ کے اختیار میں ہے کہ کب بارش ہونی ہے کب نہیں ہونی، کہاں ہونی ہے اور کہاں نہیں ہونی **ان اللّٰہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث** اللہ کے پاس علم ہے قیامت کا کہ کب آئے گی اس ساعت کا کسی کو علم نہیں ہے بس اس (قیامت) کی کچھ نشانیاں علامات ہیں اُن کی وجہ سے کچھ اندازے اور تخمینے تو ہیں حتمی علم کسی کے پاس نہیں ہے، اور اس طرح **وینزل الغیث** بادل کے اُترنے کا بارش کے برسنے کا علم اللہ کے پاس ہے کسی کو نہیں پتا۔ بادل آجاتا ہے گہرا بادل آتا ہے، ٹھنڈی ہوا آتی ہے گرجتا ہے چمکتا ہے لیکن اگر اُس کا ارادہ نہ ہو تو ایک بوند نیچے نہیں اُترتی اور بادل آکر چلا جاتا ہے۔ ہوتا ہے یا نہیں ایسا؟ دو دو دن بادل رہتا ہے کسان ترس رہا ہے دیکھتا ہے، کوئی ایک قطرہ اُوپر سے نیچے اُتارے، طاقت نہیں ہے کسی کی ممکن ہی نہیں۔ یہ اُس کے اختیار میں ہے اس کا کسی طلوع اور غروب سے تعلق نہیں ہے پس اللہ کی مشیت اور اس کے ارادے کے ہر چیز تابع ہے تو فرمایا لَانَوْءَ یہ بھی نہیں ہے۔

تیسری اصلاح :

ایک اور چیز بھی ارشاد فرمائی لَا صَفَرَ صفر نہیں ہے یہ جو آج کل اسلامی مہینہ چل رہا ہے اس کو صفر کہتے ہیں محرم کا مہینہ ختم ہوگیا اور صفر کا مہینہ شروع ہوگیا۔ اس زمانے میں لوگوں کا اعتقاد تھا کہ صفر کا مہینہ جو ہے یہ منحوس ہے اسے منحوس سمجھتے تھے۔ آج بھی بعض لوگوں کا ایسا ہی اعتقاد ہے کہ صفر کا مہینہ آتا ہے تو اسے منحوس سمجھتے ہیں۔ تیرہ تیزی اور کیا کیا اور پھر دسیوں رسمیں ہیں۔ عورتیں بھی کرتی ہیں اور مرد بھی ان کے ساتھ مل کر بیوقوف بنتے ہیں اور کرتے ہیں۔ جب تیرہ تاریخ آتی ہے تو اس میں شاید چھلیاں وغیرہ بنا کر تقسیم کرتی ہیں کہ اس وجہ سے اس مہینہ کی نحوست چلی جائے گی۔ یہ ان کا اعتقاد ہے حالانکہ کوئی چیز منحوس نہیں وہ تو اللہ کا ارادہ ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر خرابی اور نقصان وہ چیز صفر کے مہینے میں ہی ہوا کرتی اور خیر کی کوئی چیز صفر کے مہینے میں نہ ہوا کرتی حالانکہ دسیوں خیر کی چیزیں آپ دیکھیں گے کہ صفر کے مہینے میں ہو رہی ہیں اور دسیوں خرابیاں آپ دیکھیں گے کہ صفر کے علاوہ دوسرے مہینوں میں بھی ہو رہی ہیں تو اگر غور کریں تو اس تردید کی بھی ضرورت نہیں تھی انسانی عقل خود فیصلہ دے دے گی کہ یہ بات ہی غلط ہے۔

نہی عن المنکر - نبی کی تڑپ :

وہ تو نبی کی ایک تڑپ ہوتی ہے کہ جس سے وہ رُک نہیں سکتا کوئی غلط چیز ہوتا دیکھ کر وہ رُک نہیں سکتا اُس کے بس میں نہیں ہوتا رُکنا وہ فوراً بول اُٹھتا ہے کہ یہ تم نہ کرو تمہارے لیے نقصان دہ ہے تمہاری آخرت کے لیے نقصان دہ ہے۔ اس لیے وہ بے اختیار بولتا ہے بتلاتا ہے سمجھاتا ہے وہ تو مُبلغ ہے، اللہ کا پیغامبر ہے مخلوق کے لیے ہوگا، وہ فریضۂ رسالت میں کوتاہی نہیں کرسکتا۔ وہ تو دوسروں کا غم اپنا غم سمجھتا ہے، دوسروں کی تکلیف اُس کی اپنی تکلیف ہوتی ہے خود دوسروں کو اس کی تکلیف اتنی نہیں ہوتی جتنی خود نبی کو ہو رہی ہوتی ہے اللہ نے اس کا مزاج اس طرح کا بنایا ہوا ہوتا ہے تو آپ نے جب یہ دیکھا کہ یہ چیزیں ان لوگوں میں ہیں تو تردید فرمادی اصلاح فرمادی کہ نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کی مشیت اور اُس کے حکم کے تابع ہے اور بھی چیزیں ارشاد فرمائیں حدیث شریف میں جن کا ذکر آرہا ہے لیکن وقت چونکہ ہو چکا تو تین چیزیں اس میں سے ہم نے ذکر کردیں۔ اُن میں سب سے پہلی چیز تعدی کہ متعدی نہیں ہوتی چیز بیماریاں متعدی ہوں اچھوت ہو ایسا نہیں ہے، اسی طرح فرمایا کہ بارش اس طرح سے ہوگی، اسی طرح صفر کے مہینہ کے بارے میں اصلاح فرمادی۔ یہ تمام تعلیمات ایسی ہیں کہ جو اسلام ہی کا خاصہ ہے اسلام کا ہی اعجاز ہے کسی اور مذہب میں اتنی تفصیل کے ساتھ ہر ہر چیز دیہاتی کے لیے اور شہری کے لیے بڑے کے لیے اور چھوٹے کے لیے مرد عورت ہر ایک کے لیے ہر چیز موجود ہو ہدایات موجود ہوں، کسی مذہب میں ایسا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس دین کو سمجھنے کی اور اس سے سچی محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آخرت میں ہم سب کو رسول اللہ ﷺ کی شفاعت اور ان کا ساتھ نصیب فرمائے۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین۔

نقار خانے میں طوطی کی صدا

بسلسلہ حج ۲۰۰۱ء

☆

(پروفیسر میاں محمد افضل صاحب)

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم ! حج سے واپسی پر تمام حجاج کرام کو جدہ میں کچھ کتابیں عنایت کی گئی تھیں ۔ اُن میں سے ایک کتاب کا نام ''تعلیم الصلوٰۃ'' ہے۔ اس کے مؤلف ڈاکٹر عبداللہ بن احمد الزید ہیں اصل کتاب عربی میں ہے اس کا ترجمہ سعید احمد قمر الزمان (غیر مقلد) نے بنام ''تعلیم نماز'' کیا ہے۔ بظاہر یہ کتاب خاصی بے ضرر لگی کیونکہ سرسری نظر ڈالنے پر اس میں رفع یدین، فاتحہ خلف الامام اور آمین بالجہر کے مسائل موجود نہیں تھے۔ بندہ کو مسرت ہوئی کہ ایک کتاب تو ایسی ملی ہے جس میں حنفی مسلمات کے خلاف کوئی بات نہیں ہے لیکن جب اس کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ یہ بظاہر بے ضرر کتاب بھی عوام احناف کو اپنے عقائد و مسائل سے برگشتہ کرنے کے لیے ہی دی گئی ہے ۔ چھیڑ خوباں سے چلی جائے اسدؔ کے مصداق اس کے ذریعے بھی احناف کو تشکیک میں مبتلا کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے اور اس کتاب کی تقسیم بے مقصد نہیں بلکہ اس کتاب نے بھی عوام کو وساوس میں مبتلا کرنے کا فریضہ باحسن وجوہ سرانجام دیا ہے۔ غیر مقلدین سے خیر کی توقع رکھنا انتہائی سادگی اور سادہ لوحی ہے کیونکہ اُن کی زندگی کا مقصد وحید یہ ہے کہ عوام کو آئمہ اربعہ خصوصًا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی اتباع سے روکا جائے اور آئمہ اربعہ کے باہمی اختلاف کو (جو حقیقت میں رحمت ہے) انتشار و تشتت کا ذریعہ بنایا جائے۔ اس کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد بندہ کو معلوم ہوا کہ غالب کا یہ فرمانا

مجھ تک کب اُن کی بزم میں آتا تھا دورِ جام
ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں

صد فیصد درست ہے

قارئین گرامی قدر! اب بندہ مذکورہ بالا کتاب میں درج کردہ اُن مسائل کا ذکر کرے گا جو ہمارے (احناف) مسلمات کے خلاف ہیں اور صحیح مسئلہ کیا اُس کا بھی مختصر ذکر کرے گا تاکہ عام حجاج کرام اور عوام الناس جنہوں نے اس کتاب کو پڑھا ہے صحیح مسائل سے آگاہ ہو جائیں اور کسی مسئلہ میں تردد کا شکار نہ رہیں :

(۱) اس کتاب کے صفحہ ۱۶ پر نماز کی اہمیت کے ذیل میں لکھا ہے ''اس میں کسی طرح کی لاپرواہی و سستی

منافقوں کے اوصاف میں شمار ہوتی ہے اور نماز کا چھوڑنا کفر اور گمراہی اور دائرہ اسلام سے نکل جانا ہے''۔حالانکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ نماز چھوڑنے والا گنہگار اور فاسق ہے ہاں جو نماز کی فرضیت کا منکر ہو وہ کافر ہے۔ہمارے آئمہ کرام نے من ترک الصلوٰۃ متعمدا فقد کفر ''جس نے دانستہ نماز چھوڑ دی وہ کافر ہو گیا'' جیسی روایات کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ فقد کفر سے مراد فَقَدْ فَعَلَ فِعْلَ الْکُفْرِ ہے یعنی اُس نے کافروں جیسا کام کیا کافر نہیں ہوا تو گویا تارکِ صلوٰۃ کو فاسق کہا جائے گا نہ کہ کافر۔بقول شاعر۔

واعظِ تنگ نظر نے مجھے کافر جانا

اور کافر یہ سمجھتا ہے کہ مسلمان ہوں میں

بحمد اللہ ہم مسلمانوں کو کافر نہیں بناتے ہاں بوقت ضرورت کافر کو کافر بتاتے ہیں۔

(۲) غسل کے بیان صفحہ ۲۲ پر لکھا ہے ''غسل حدث اکبر کے لاحق ہونے کی وجہ سے کیا جاتا ہے یعنی جنابت کے بعد یا حیض یا نفاس کا خون بند ہو جانے کے بعد غسل کرنا واجب ہوتا ہے'' یہاں پر واجب کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جبکہ ہمارے ہاں واجب کا درجہ فرض سے کم ہے، کیونکہ واجب کا ثبوت دلیل ظنی سے ہوتا ہے اور فرض کا ثبوت دلیل قطعی کا محتاج ہے۔ایک عام آدمی جب یہاں واجب کا لفظ دیکھے گا تو وہ غسل جنابت وغیرہ کو فرض خیال نہیں کرے گا،اس طرح اس کے گمراہ ہونے کا خدشہ ہے دراصل فرض،واجب سنت مؤکدہ،وغیر مؤکدہ،نفل اور مستحب کی اصطلاحات امام اعظمؒ کے ذہن رسا کی پیداوار ہیں دیگر آئمہ کرام کے ہاں یہ بات نہیں۔اُن کے نزدیک فرض اور واجب ایک ہی چیز کے نام ہیں اُن کے ہاں ان کے درمیان تساوی کی نسبت ہے اس لیے مذکورہ بالا عبارت ایک عامی کے لیے تشکیک کا سبب بن سکتی ہے اس لیے عوام میں ایسی کتابیں تقسیم کر کے اُنہیں پریشان ہی کیا جا سکتا ہے۔

(۳) وضو کا ذکر کرتے ہوئے صفحہ ۲۳ پر لکھا ہے ''یہ آیت کریمہ اُن تمام امور کے بیان پر مشتمل ہے جن کا وضو میں لحاظ کرنا واجب ہے اور وہ یہ ہیں۔چہرے کا دھونا،کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھی اس میں شامل ہے''۔اب یہاں بھی لفظ واجب کی بجائے فرض کا لفظ استعمال کرنا چاہیے تھا کیونکہ لفظ واجب سے ایک عام آدمی شک میں پڑ سکتا ہے۔پھر پہلے فرض میں یعنی چہرہ دھونے کے ضمن میں کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کو بھی فرض قرار دے دیا ہے۔(ان کے ہاں فرض اور واجب میں کوئی فرق نہیں) حالانکہ ہمارے نزدیک اگر کوئی شخص وضو کے دوران کلی وغیرہ نہ کرے تو اُس کا وضو ہو جاتا ہے۔اگر یہ دونوں کام فرض ہوتے تو ان کے بغیر وضو ہی نہ ہوتا تو معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ بھی فقہ حنفی کے خلاف لکھا ہے۔جس سے عوام پریشانی میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔

(۴) وضو کے واجبات (فرائض) کے ضمن میں صفحہ ۲۳ پر لکھا ہے ''۳۔پورے سر کا مسح کرنا دونوں کانوں کا مسح

بھی اس میں شامل ہے'' یہ مسئلہ بھی ہمارے مسلک کے خلاف ہے۔ ہمارے ہاں صرف چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے۔ پورے سر اور کانوں کا مسح کرنا سنت ہے۔ اگر کوئی شخص صرف چوتھائی سر کا مسح کرتا ہے تو اُس کا وضو ہو جائے گا چنانچہ تعلیم الاسلام حصہ دوم صفحہ ۴۴ پر لکھا ہے۔ جواب : وضو کے چار فرض ہیں ......۳۔ چوتھائی سر کا مسح کرنا نیز مسلم شریف ج ۱ صفحہ ۱۳۴ پر حضرت مغیرہ بن شعبہ کی روایت ہے : **ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم توضأ فمسح بنا صیتہ**۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس اپنی پیشانی کی مقدار مسح کیا''۔

(۵) تیمم کا بیان کرتے ہوئے صفحہ ۲۴ پر رقم طراز ہیں ''جس کے پاس پانی نہ ہو یا پانی کے استعمال سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو اُس کے لیے اللہ تعالیٰ نے پاک مٹی سے تیمم کرنا جائز قرار دیا ہے۔ یہاں پر بھی ناقص بات تحریر کی ہے یہ نہیں بتایا کہ پانی کتنی دور ہو تو تیمم جائز ہے۔ حالانکہ پورا مسئلہ تعلیم الاسلام حصہ سوم صفحہ ۶۵ پر یوں لکھا ہے۔ ''سوال: پانی نہ ملنے کی کیا صورتیں ہیں؟ جواب: جب پانی ایک میل دور ہو یا دشمن کے خوف سے پانی نہ لے سکتا ہو مثلاً گھر سے باہر کنواں ہے مگر ڈر ہے کہ گھر سے نکلا تو دشمن یا چور مار ڈالے گا الخ۔ اس صفحہ پر تیمم کا طریقہ بتاتے ہوئے تحریر فرمایا ہے اور تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ بندہ اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارے پھر اُن کو اپنے چہرے اور دونوں ہتھیلیوں پر پھیر لے'' یہاں پر بھی صرف ہتھیلیوں پر ہاتھ پھیرنے سے تیمم نہ ہوگا بلکہ دونوں ہاتھوں پر کہنیوں سمیت ہاتھ پھیرنے سے تیمم ہوگا۔ چنانچہ تعلیم الاسلام حصہ سوم صفحہ ۶۶ پر لکھا ہے ''سوال: تیمم کے فرض کتنے ہیں؟ جواب: تین فرض ہیں ......۳۔ دونوں ہاتھ مٹی پر مار کر دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت ملنا'' پھر اس کتاب میں صرف ایک مرتبہ دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارنے کا ذکر ہے جبکہ تیمم کی صحت کے لیے دو ضربیں ضروری ہیں ایک مرتبہ زمین پر دونوں ہاتھ مار کر چہرہ پر ملنا اور دوسری ضرب کے بعد ہاتھوں کو کہنیوں سمیت ملنا ہے۔ چنانچہ مستدرک حاکم ج ۱ صفحہ ۱۸۰ پر حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا : **التیمم ضربة للوجه و ضربة للذراعین الی المرفقین رواه الدارقطنی والحاکم وصححه**. تیمم ایک ضرب ہے چہرے کے لیے اور دوسری ضرب ہے دونوں ہاتھوں کے لیے کہنیوں تک اس حدیث کو دارقطنی اور حاکم نے روایت کیا اور اسے صحیح قرار دیا ہے ۔

(۶) اس کتاب کے صفحہ ۲۶ پر ظہر کی نماز کے وقت کے بارہ میں تحریر کیا ہے ''اس کا وقت زوال آفتاب سے لے کر اُس وقت تک ہے جب ہر چیز کا سایہ اُس کے سایہ اصلی کے بعد اُس کے ایک مثل یعنی اُس کے برابر ہو جائے''۔ یہ مسئلہ بھی فقہ حنفی کے مفتیٰ بہ اقوال کے خلاف ہے۔ چنانچہ تعلیم الاسلام حصہ سوم صفحہ ۸۱ پر یوں لکھا ہے ''جواب: ظہر کا وقت سورج ڈھلنے کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور ٹھیک دوپہر کے وقت ہر چیز کا سایہ جتنا ہو اس کے علاوہ جب ہر چیز کا سایہ اُس چیز سے دوگنا ہو جائے گا تو ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے'' تو معلوم ہوا کہ ظہر کے وقت کا اختتام ہمارے ہاں جب ہر چیز کا سایہ

دومثل ہوجائے تب ہوتا ہے۔ کیونکہ موطأ امام مالک صفحہ۴ پر روایت ہے: عن عبداللّٰہ ابن رافع مولی ام سلمة زوج النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم انہ سأل ابا ھریرة عن وقت الصلوٰة فقال ابو ھریرة انا اخبرک صل الظھر اذا کان ظلک مثلک والعصر اذ کان ظلک مثلیک. عبداللہ بن رافع جوکہ ام المومنین ام سلمہؓ کے غلام ہیں نے حضرت ابوہریرہؓ سے نماز کے وقت کے بارہ میں سوال کیا۔ حضرت ابوہریرہؓ نے جواب دیا سنو ظہر کی نماز اُس وقت پڑھو جب تمہارا سایہ تمہارے برابر ہوجائے اور عصر اُس وقت پڑھو جب تمہارا سایہ دوگنا ہوجائے۔

(۷) اس کتاب کے صفحہ ۲۷ پر عشاء کی نماز کے وقت کے بارہ میں لکھا ہے کہ ''اس کا وقت مغرب کے وقت کے اختتام سے یعنی سرخی غائب ہونے کے بعد سے لے کر تہائی رات یا نصف رات تک ہے''۔ اس مسئلہ کو بھی صراحت کے ساتھ نہیں لکھا بلکہ اس میں ابہام پیدا کر دیا ہے کہ ثلث رات تک ہے یا نصف رات تک۔ یہ بات عام آدمی کے لیے پریشانی کا سبب بن سکتی ہے۔ جبکہ ہمارے ہاں ثلث رات تک کا وقت مستحب ہے اس کے بعد نصف رات تک کا وقت مباح ہے اور اس کے بعد صبح صادق تک کا وقت مکروہ ہے چنانچہ تعلیم الاسلام حصہ سوم صفحہ ۸۳ پر مرقوم ہے۔ ''سوال: عشاء کا مستحب وقت کیا ہے؟ جواب: ایک تہائی رات تک مستحب ہے اس کے بعد آدھی رات تک کا وقت مباح ہے اس کے بعد طلوع فجر تک کا وقت مکروہ ہے، تو معلوم ہوا کہ عشاء کا وقت غروب شفق سے لے کر طلوع صبح صادق تک ہے کیونکہ شرح معانی الآثار ج ا صفحہ ۸۷ پر نافع بن جبیر سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابوموسیٰ اشعریؓ کی جانب خط لکھا جس میں فرمایا وصل العشاء ای اللیل شئت ولا تغفلھا عشارات کے جس حصہ میں چاہو پڑھو اور اس سے غافل مت رہو۔

(۸) اس کتاب کے صفحہ ۲۸ پر تکبیر تحریمہ کے بارہ میں لکھا ہے ''تکبیر کہتے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر یا کانوں کی لو تک اُٹھاؤ''۔ یہاں بھی عام آدمی کے لیے ابہام پیدا کر دیا گیا ہے جبکہ ہمارے ہاں تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اس طرح اُٹھانے چاہئیں کہ انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر ہوں چنانچہ مسلم شریف ج ا صفحہ ۱۶۸ پر ایک روایت یوں ہے ''عن مالک ابن الحویرث ان رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کان اذا کبر رفع یدیہ حتی یحاذی بھما اذ نیہ وفی روایة یحاذی بھما فروع اُذنیہ'' حضرت مالک بن حویرث سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اللہ اکبر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ بلند کرتے یہاں تک کہ اُنہیں اپنے کانوں کے برابر لے آتے اور ایک روایت میں ہے کہ اُنہیں اپنے کانوں کی لو کے برابر لے آتے۔

(۹) اس کتاب صفحہ ۲۹ پر لکھا ہے کہ ثنا پڑھنے کے بعد اگر چاہے تو یہ دعا پڑھے اللّٰھم باعد تا البرد اور صفحہ ۳۱ پر لکھا ہے کہ قومہ میں ربنا لک الحمد کے بعد حمدًا کثیراً۔ بعد تک دعا پڑھے اور صفحہ ۳۲ پر لکھا ہے کہ ''سجدے میں سبحان ربی الاعلی تین یا اس سے زیادہ مرتبہ کہے اس کے علاوہ بھی جو دعائیں چاہے پڑھے اور صفحہ ۳۳

پر لکھا ہے کہ جلسہ میں رب اغفرلی تا واجبرنی یہ دعا پڑھے"۔ ہمارے ہاں اس قسم کی دعائیں یا جماعت فرضوں کی نمازوں میں مشروع نہیں ہیں بلکہ میرے خیال میں اگر امام اس قسم کی دعائیں ثنا کے بعد، رکوع کے بعد اور جلسہ وغیرہ میں پڑھنا شروع کردے تو تاخیر ارکان کی وجہ سے سجدہ سہو لازم آجائے گا۔ احادیث میں جہاں کہیں اس قسم کی دعاؤں کا ذکر آیا ہے ہمارے ہاں اُن کا محمل وہ نوافل ہیں جنہیں آدمی اکیلا پڑھ رہا ہو تو ایسے شخص کے لیے ان دعاؤں کا پڑھنا جائز ہے فرائض کے رکوع اور سجدوں میں سبحان ربی العظیم اور سبحان ربی الا علی ہی پڑھنا چاہیے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔" اذا رکع احدکم فقال فی رکوعه سبحان ربی العظیم ثلث مرات فقد تم رکوعه وذالک ادناه. واذا سجد فقال فی سجوده سبحان ربی الاعلی ثلث مرات فقد تم سجوده وذالک ادناه. جب تم میں سے کوئی رکوع کرے تو رکوع میں تین مرتبہ سبحان ربی العظیم کہے تو رکوع مکمل ہوگیا اور یہ ادنیٰ مقدار ہے اور جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو سجدہ میں سبحان ربی الاعلی تین مرتبہ کہے تو سجدہ مکمل ہوگیا اور یہ ادنیٰ مقدار ہے۔ (ترمذی ج ۱ صفحہ ۳۵۔ ابوداؤد ج ۱ صفحہ ۱۴۵)

(۱۰) اس کتاب کے صفحہ ۳۹ پر قعدہ آخیرہ میں بیٹھنے کے انداز کے بارہ میں لکھا ہے "البتہ اس مرتبہ تشہد میں تورّک کرے یعنی دایاں پاؤں کھڑا رکھے اور اس کے نیچے سے بایاں پاؤں نکال کر کولہے پر بیٹھے"۔ یہ مسئلہ بھی ہمارے مسلک کے خلاف ہے۔ ہمارے ہاں دونوں قعدوں میں اسی طرح بیٹھنا ہوتا ہے جیسے دونوں سجدوں کے درمیان (جلسہ میں) بیٹھا جاتا ہے پہلے اور دوسرے قعدے میں بیٹھنے کے انداز میں کوئی فرق نہیں ہے چنانچہ آثار السنن ج ۱ صفحہ ۲۳ پر حضرت وائل بن حجرؓ کی روایت ہے۔" صلیت خلف رسول اللّٰه فاذا تشهد فرش قدمه الیسری علیٰ الارض وجلس علیها رواه سعید ابن منصور والطحاوی واسناده صحیح ۔" میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی جب آپ تشہد پر بیٹھے تو اپنے بائیں پاؤں کو زمین پر بچھا دیا اور اسی پر بیٹھ گئے۔ اس حدیث کو سعید بن منصور اور طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

(۱۱) اسی کتاب کے صفحہ ۴۳ پر مسافر کی نماز کے ذیل میں لکھا ہے۔" لہٰذا ان تمام صورتوں میں نماز قصر کی جائے گی بشرطیکہ وہ سفر، سفر معصیت نہ ہو"۔ یہاں پر قصر کے لیے سفر کو معصیت کے لیے نہ ہونے کے ساتھ مشروط کر دیا ہے حالانکہ ہمارے ہاں قصر کے لیے تین منزل کا سفر درپیش ہونا چاہیے، سفر طاعت کا ہو یا معصیت کا اس سے کوئی غرض نہیں ہے چنانچہ مسلم شریف ج ۱ صفحہ ۲۴۱ پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے۔" فرض اللّٰه الصلوٰة علیٰ لسان نبیکم صلّی اللّٰه علیه وسلّم فی الحضر اربعاً وفی السفر رکعتین"۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر حضر میں چار رکعت اور سفر میں دو رکعت نماز فرض کی ہے۔ اس حدیث میں سفر کو سفر طاعت کے ساتھ مشروط

نہیں کیا بلکہ مطلق سفر کو قصر کا سبب قرار دیا ہے تو معلوم ہوا قصر کا سفر طاعت کے ساتھ مشروط کرنا درست نہیں ہے۔

مزید برآں اس کتاب میں مسافت سفر وغیرہ کا ذکر بھی نہیں کیا ہے کہ آدمی کتنے سفر پر جانے کی نیت کرنے سے مسافر ہو جاتا ہے جبکہ ہمارے ہاں مسافت سفر ۴۸ میل یا ۷۷ کلومیٹر ہے اس سے کم مسافت کا سفر شرعی سفر شمار نہیں ہوتا اور آدمی اس سے مسافر نہیں بنتا۔ بہرحال کتاب مذکورہ میں مسافر کی نماز کے مسائل بھی ٹھیک طرح سے بیان نہیں کیے گئے جس سے عام آدمی کے لیے الجھن پیدا ہو سکتی ہے۔

(۱۲) جمع بین الصلاتین کے ضمن میں صفحہ ۴۴ پر لکھا ہے ''مسافر کے لیے جائز ہے کہ دو نمازوں کو ایک وقت میں باہم جمع کر کے پڑھ لے .... بایں طور کہ وقت تو ایک ہوگا مگر ہر نماز الگ الگ پڑھی جائے گی۔ یہ مسئلہ بھی ہمارے مسلک کے خلاف ہے، ہمارے ہاں مسافر کے لیے بھی جمع حقیقی کا جواز نہیں ہے ہاں جمع صوری کی گنجائش ہے اس طرح کہ جب ظہر کا آخری وقت ہو تو ظہر کی نماز پڑھ لے اس دوران عصر کا وقت شروع ہو جائے گا تو پھر عصر کی نماز اول وقت میں پڑھ لے۔ یہاں دونوں نمازیں اپنے اپنے وقت میں پڑھی گئی ہیں لیکن صورۃً اکٹھا پڑھنا معلوم ہوتا ہے اس کو جمع صوری کہا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے متعلق ایک روایت ابوداؤد ج ا صفحہ ۱۸۷ پر ہے ان ابن عمرؓ نزل عند غيوب الشفق فصل المغرب ثم انتظر حتى غاب الشفق فصلى العشاء ثم قال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا كان عجل به امر صنع مثل الذى صنعت. حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ شفق کے غائب ہونے کے قریب قیام کیا پس مغرب پڑھی پھر انتظار کیا یہاں تک کہ شفق غائب ہوگئی تو عشاء پڑھی اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر کوئی جلدی کا معاملہ پیش آجاتا تو یہی کرتے جو میں نے کیا ہے۔

(۱۳) اس کتاب کے صفحہ ۴۸ پر سنن مؤکدہ کا تذکرہ کیا ہے لیکن سنن غیر مؤکدہ اور نوافل کا ذکر کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی گئی ایک آدمی جب یہ کتاب پڑھے گا تو سنن و نوافل کی طرف سے غافل ہو جائے گا اور کہے گا کہ ہمارے مولوی خواہ مخواہ ہمیں لمبی نمازیں پڑھاتے ہیں جب کہ مکہ مدینہ سے آئی ہوئی کتاب میں نوافل و سنن غیر مؤکدہ کا ذکر تک نہیں ہے اس کتاب کی رُو سے ظہر کی کل دس رکعات، مغرب کی پانچ اور عشاء کی وتر سمیت نو رکعت بنتی ہیں۔ جب رکعات نماز کے بارہ میں آدمی تساہل سے کام لے گا تو وہ دوسرے تمام معاملات میں سہولت تلاش کرے گا اور جس امام کے ہاں اُسے کسی معاملہ میں سہولت نظر آئے گی اُس پر عمل کرے گا اور ظاہر یہ کرے گا کہ وہ تمام آئمہ کرام کی باتوں پر عمل کرتا ہے حالانکہ وہ ہوائے نفس کا تابع دار بنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سلفِ صالحین کے مسلک و مشرب پر قائم رہنے کی توفیق دے اور ہمارا خاتمہ بھی اُنہیں کے مسلک پر بالخیر فرمائے۔

آخر میں اپنی حکومت خصوصاً وزارت مذہبی اُمور کے وزیر جناب ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب کی خدمت میں

31-تا

34

ریکارڈ میں محفوظ نہیں

دست بستہ التماس ہے کہ وہ حکومتِ سعودیہ کو ہم احناف کے جذبات سے آگاہ کریں کہ وہ پاکستانی حجاج کرام کو اگر ھدیۃً کتابیں دینا چاہتے ہیں تو اس سلسلہ میں پاکستانی علمائے احناف سے مشورہ کرلیا کریں اور ہمیں ایسی کتابیں نہ دیا کریں جس سے ہمارے عوام حاجی تشکک وتردد کا شکار ہوجائیں۔ اس سلسلہ میں سعودی عرب میں رہائش پذیر غیر مقلدین کے بھرّے میں نہ آئیں کیونکہ اُن کا مقصدِ وحید عوام کو آئمہ کرام سے بدظن کرکے اُنہیں غیر مقلد بنانا ہے۔ جبکہ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی سب اہل سنت والجماعت اور آئمہ کرام کو ماننے والے ہیں۔ خدا کرے میری یہ آواز علمائے احناف اور کارپردازانِ حکومت کو حجاج کرام کی بہتری کے سلسلہ میں غور وخوض کرنے کا موقعہ مہیا کرے۔ **وما توفیقی الا باللّٰہ۔**

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی امور

(1) مسجد حامد کی تکمیل

(2) طلباء کے لئے دارالاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(3) کتب خانہ اور کتابیں

(4) پانی کی ٹنکی

ثوابِ جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے

(ادارہ)

جائیں تو ان پر بھی مسح جائز نہیں۔ اسی طرح اگر چمڑے کا موزہ استعمال سے اتنا گھس جائے کہ جوتے کے بغیر پہن کر چلنے سے پھٹ جانے کا اندیشہ ہو تو مسح جائز نہیں رہتا۔

(۲) سوتی اور اُونی جرابیں جو ثخین ہوں یا رقیق ہوں لیکن مجلد ہونے کی وجہ سے ثخین کے حکم میں ہوں ان پر مسح جائز ہے۔

ثخین کا مطلب یہ ہے کہ ان کا کپڑا اس قدر موٹا اور مضبوط ہو کہ اس میں جوتے کے بغیر تین میل پیدل چلیں تو وہ پھٹے نہیں اور وہ پنڈلی پر بغیر کسی چیز کے باندھے قائم رہ سکے بشرطیکہ یہ قائم رہنا کپڑے کی تنگی اور چستی کیوجہ سے نہ ہو بلکہ موٹا ہونے کی وجہ سے ہو نیز یہ کہ وہ پانی کو جلدی سے جذب نہ کرے اور پانی اس میں نہ چھنے۔ جس جراب میں ان شرطوں میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے وہ ثخین نہیں بلکہ رقیق (یعنی پتلی) ہے۔

جرابیں اُونی ہوں یا سوتی دونوں میں مسح جائز ہونے کے لیے مذکورہ شرائط ضروری ہیں۔

تنبیہہ: جرابوں کی کل چھ قسمیں ہیں۔

(الف) ثخین سادہ

(ب) ثخین مجلد یعنی وہ ثخین بھی ہو اور مجلد بھی ہو۔ مجلد یہ ہوتا ہے کہ اُوپر نیچے پورے قدم پر ٹخنوں سمیت چمڑا چڑھا دیا گیا ہو۔

(ج) ثخین منعل یعنی وہ ثخین جراب جس کے تلے اور ایڑی اور نیچے پر چمڑا چڑھا دیا گیا ہو اور باقی پر صرف پتلی اور رقیق جراب ہو۔

(د) رقیق سادہ

(ھ) رقیق مجلد

(و) رقیق منعل

ان چھ قسموں میں سے پہلی تینوں قسموں پر مسح جائز ہے۔

چوتھی قسم یعنی رقیق سادہ پر مسح جائز نہیں۔

پانچویں قسم یعنی رقیق مجلد پر مسح جائز ہے۔

چھٹی قسم یعنی رقیق منعل اس میں ہر وہ جراب شامل ہے جس میں چمڑا ٹخنوں سمیت تمام قدم کو گھیرے ہوئے نہ ہو خواہ صرف تلے پر چمڑا ہو یا اوپر کے بعض حصے پر ہی ہو۔ اس پر بھی مسح جائز نہیں جبکہ وہ سوتی کپڑے کی ہو۔ رہیں وہ اُونی

جرابیں جو موٹی اور مضبوط تو ہوں مگر ٹخنین کی حد میں داخل نہ ہوں جب ان کو منعل کیا جائے یعنی تلے اور پنجے اور ایڑی پر چمڑا لگالیا جائے باقی قدم پر چمڑا نہ ہو اس میں بھی احتیاط اسی میں ہے کہ اس پر مسح نہ کیا جائے۔

(۳) انگریزی جوتے کی طرح چمڑا ہو کہ ٹخنے کھلے رہیں اور کھلے ہوئے حصہ پر کپڑا لگا کر قدم چھپا لیے اس پر مسح جائز نہیں۔

(۴) کپڑے کی جرابیں (خواہ وہ موٹے کپڑے کی ہوں یا باریک کپڑے کی ہوں ان کو) پہن کر ان کے اوپر چمڑے کے موزے پہن لیے جائیں تو ان پر مسح جائز ہے۔

(۵) جو موزہ اتنا پھٹ گیا ہو کہ چلنے میں پیر کی تین چھوٹی انگلیوں کی لمبائی چوڑائی کے برابر کھل جاتا ہے تو اس پر مسح درست نہیں اور اگر اس سے کم کھلتا ہو تو مسح درست ہے۔

تین چھوٹی انگلیوں کا اعتبار اس وقت ہے جب موزہ انگلیوں پر سے نہ پھٹا ہو بلکہ کسی اور جگہ سے پھٹا ہو اور اگر انگلیوں سے پھٹا ہو تو اس وقت ان انگلیوں کا اعتبار ہوگا جن پر سے پھٹا ہے۔

مسئلہ : اگر موزہ کی سیون کھل گئی لیکن اس میں سے پیر دکھائی نہیں دیتا تو مسح درست ہے اور اگر ایسا ہو کہ چلتے وقت تو تین انگلیوں کے برابر پیر دکھائی دیتا ہے ورنہ نہیں دکھائی دیتا تو مسح درست نہیں۔

مسئلہ : اگر ایک موزہ میں دو انگلیوں کے برابر پیر کھل جاتا ہے اور دوسرے موزہ میں ایک انگلی کے برابر تو کچھ حرج نہیں مسح جائز ہے اور اگر ایک ہی موزہ کئی جگہ سے پھٹا ہے اور سب ملا کر تین انگلیوں کے برابر کھل جاتا ہے تو مسح جائز نہیں اور اگر سب ملا کر بھی پوری تین انگلیوں کے برابر نہیں ہوتا تو مسح درست ہے۔

مسح کے فرض :

مسح کے دو فرض ہیں۔

(۱) موزوں کے اوپر کی جانب مسح کرنا

(۲) ہاتھ کی چھوٹی تین انگلیوں کی مقدار مسح کرنا

مسح کا مسنون طریقہ :

دونوں ہاتھوں کی پوری انگلیاں تر کر کے آگے کی طرف موزے پر رکھ دے۔ دائیں ہاتھ کی انگلیاں دائیں موزہ پر اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں موزہ پر اور ہتھیلی موزہ سے الگ رکھے پھر ان کو پنڈلی کی طرف ٹخنوں سے اوپر تک کھینچ دے۔

مسئلہ : اگر پوری انگلیوں کو موزے پر نہیں رکھا بلکہ فقط انگلیوں کا سرا موزے پر رکھ دیا اور انگلیاں کھڑی رکھیں تو یہ مسح درست نہیں ہوا البتہ اگر انگلیوں سے پانی برابر ٹپک رہا ہو جس سے بہہ کر تین انگلیوں کے برابر پانی موزہ کو لگ جائے تو درست ہو جائے گا۔

مسئلہ : مسح میں مستحب تو یہی ہے کہ ہتھیلی کی طرف سے مسح کرے اور اگر کوئی ہتھیلی کی پشت کی طرف سے مسح کرے تب بھی درست ہے۔

مسئلہ : اگر کوئی الٹا مسح کرے یعنی ٹخنے کی طرف سے کھینچ کر انگلیوں کی طرف لائے تو بھی جائز ہے لیکن مستحب کے خلاف ہے۔ ایسے ہی اگر لمبائی میں مسح نہ کرے بلکہ موزے کی چوڑائی میں مسح کرے تو بھی درست ہے لیکن مستحب کے خلاف ہے ۔

مسئلہ : اگر کسی نے موزہ پر مسح نہیں کیا لیکن بارش برستے وقت باہر نکلا یا بھیگی گھاس پر چلا جس سے موزہ بھیگ گیا تو مسح ہو گیا۔

مسئلہ : اگر ایک انگلی سے تین مرتبہ تین مختلف جگہوں پر مسح کیا تب بھی مسح ہو گیا جبکہ ہر مرتبہ انگلی کو پانی سے تر کیا ہو۔

موزہ پر مسح کی مدت :

مسئلہ : مسافرت میں تین دن اور تین رات تک موزوں پر مسح کرنا درست ہے اور جو مسافرت میں نہ ہو اس کو ایک دن اور ایک رات تک اور جس وقت وضو ٹوٹا ہے اس وقت سے ایک دن رات یا تین دن رات کا حساب کیا جائے گا۔ جس وقت موزہ پہنا ہے اس کا اعتبار نہ کریں گے جیسے کسی نے ظہر کے وقت وضو کر کے موزہ پہنا پھر سورج ڈوبنے کے وقت وضو ٹوٹا تو اگلے دن کے سورج ڈوبنے تک مسح کرنا درست ہے اور مسافرت میں تیسرے دن کے سورج ڈوبنے تک، جب سورج ڈوب گیا تو اب مسح کرنا درست نہیں۔

مسئلہ : کسی نے موزہ پر مسح کرنا شروع کیا اور ابھی ایک دن ایک رات گزرنے نہ پایا تھا کہ مسافر ہو گیا تو تین دن تین رات تک مسح کرتا رہے اور اگر سفر سے پہلے ہی ایک دن رات گزر جائے تو مدت ختم ہو چکی پیر دھو کر پھر سے موزہ پہنے۔

مسئلہ : اگر مسافرت میں مسح کرتا تھا پھر گھر پہنچ گیا اور اگر دن رات پورا ہو چکا ہے تو اب موزہ اُتار دے اب اس پر مسح درست نہیں اور اگر ابھی ایک دن رات بھی پورا نہیں ہوا تو ایک دن رات پورا کر لے اس سے زیادہ مسح درست

نہیں۔

مسئلہ : اگرکوئی شخص ایسے برفستان میں ہے کہ اگر وہاں پاؤں سے موزے اُتارے جائیں تو سردی وجہ سے غالب گمان میں پاؤں کے خراب یا بیکار ہوجانے کا قوی اندیشہ ہے تو ایسے وقت میں مدت ختم ہوجانے کے باوجود اس پر برابر مسح کرتے رہنا جائز ہے کیونکہ اس صورت میں یہ موزہ جبیرہ اور پٹی کے حکم میں ہوجاتا ہے۔

مسح کوتوڑنے والی چیزیں :

(۱) جن چیزوں سے وضوٹوٹتا ہے ان سے موزہ کا مسح بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

(۲) موزوں کے اُتاردینے سے بھی مسح ٹوٹ جاتا ہے مثلاً اگر کسی کا وضو نہ ٹوٹا ہو لیکن اس نے موزے اُتار ڈالے تو مسح جاتا رہا۔ اب وہ دونوں پیر دھولے وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔

اگرایک موزہ اُتار ڈالا تو دوسرا موزہ بھی اُتار کر دونوں پاؤں کا دھونا واجب ہے۔

(۳) مسح کی مدت کا گزر جانا۔

مسئلہ : اگر مسح کی مدت پوری ہوگئی تو بھی مسح جاتا رہا۔ اگر وضو نہ ٹوٹا ہو تو موزہ اُتار کر دونوں پاؤں دھوئے، پورے وضو کا دہرانا واجب نہیں۔ اور اگر وضو ٹوٹ گیا ہو تو موزے اُتار کر پورا وضو کرے۔

(۴) موزے میں پاؤں کا پانی سے بھیگ جانا۔

مسئلہ : موزہ پر مسح کرنے کے بعد کہیں پانی میں پیر پڑ گیا اور موزہ ڈھیلا تھا اس لیے موزے کے اندر پانی چلا گیا اور سارا پاؤں یا آدھا سے زیادہ پاؤں بھیگ گیا تو بھی مسح جاتا رہا دوسرا موزہ بھی اُتار دے اور دونوں پیر اچھی طرح دھوئے۔ اگر آدھا یا اس سے کم بھیگا تو مسح باقی رہا۔

متفرقات :

مسئلہ : غسل کرنے والے کو مسح جائز نہیں خواہ غسل فرض ہو یا سنت۔ اس کو پاؤں دھونے ہوں گے۔

مسئلہ : معذور کی دو حالتیں ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ جتنے عرصہ میں اس نے وضو کیا ہے اور موزے پہنے ہیں اس تمام عرصہ میں اس کا وہ مرض جس کے سبب سے وہ معذور ہوا ہے نہ پایا جائے اور دوسرے یہ کہ مرض مذکور تمام وقت مذکور یا اس کے کسی جزو میں پایا جائے۔ پہلی صورت کا حکم یہ ہے کہ نماز کا وقت نکلنے سے اس کا وضو ٹوٹ جائے گا اور چونکہ اس نے موزے طہارت کاملہ پر پہنے ہیں اس لیے اس کا مسح نہ ٹوٹے گا اور مسح کی مدت پوری کرے گا۔ دوسری صورت کا حکم یہ ہے کہ وقت کے نکل جانے سے جس طرح اس کا وضو ٹوٹ جائے گا اسی طرح اس کا مسح بھی ٹوٹ جائے گا اور اس کو موزہ اُتار کر

پاؤں دھونا پڑیں گے۔

مسئلہ : برقع اور دستانوں پر مسح درست نہیں۔

پٹی اور پلستر پر مسح کرنے کا بیان :

مسئلہ : اگر ہاتھ یا پاؤں وغیرہ میں کوئی پھوڑا ہے یا کوئی اور ایسی بیماری ہے کہ اس پر پانی ڈالنے سے نقصان ہوتا ہے تو پانی نہ ڈالے وضو کرتے وقت صرف بھیگا ہاتھ پھیر لے اس کو مسح کہتے ہیں اور اگر یہ بھی نقصان کرے تو ہاتھ بھی نہ پھیرے اتنی جگہ چھوڑ دے۔

مسئلہ : اگر زخم پر پٹی بندھی ہو اور پٹی کھول کر زخم پر مسح کرنے سے نقصان ہو یا پٹی کھولنے باندھنے میں بڑی دقت اور تکلیف ہو تو پٹی کے اوپر مسح کر لینا درست ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو پٹی پر مسح کرنا درست نہیں ، پٹی کھول کر زخم پر مسح کرنا چاہیے۔

مسئلہ : اگر پوری پٹی کے نیچے زخم نہیں ہے تو اگر پٹی کھول کر زخم کو چھوڑ کر اور سب جگہ دھو سکے تو دھونا چاہیے اور اگر پٹی نہ کھول سکے تو ساری پٹی پر مسح کر لے جہاں زخم ہے وہاں بھی اور جہاں زخم نہیں ہے وہاں بھی۔

مسئلہ : ہڈی کے ٹوٹ جانے کے وقت بانس کی کھپچیاں رکھ کے ٹکٹھی بنا کر باندھتے ہیں اس کا بھی یہی حکم ہے کہ جب تک ٹکٹھی نہ کھول سکے ٹکٹھی کے اوپر ہاتھ پھیر لیا کرے اور فصد کی پٹی کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر زخم کے اوپر مسح نہ کر سکے تو پٹی کھول کر کپڑے کی گدی پر مسح کرے اور اگر کوئی کھولنے باندھنے والا نہ ملے تو پٹی ہی پر مسح کر لے۔

مسئلہ : ٹکٹھی اور پٹی وغیرہ میں بہتر تو یہ ہے کہ ساری ٹکٹھی پر مسح کرے اور اگر ساری پر نہ کرے بلکہ آدھی سے زائد پر کرے تو بھی جائز ہے اگر فقط آدھی یا آدھی سے کم پر کرے تو جائز نہیں۔

مسئلہ : اگر ٹکٹھی یا پٹی کھل کر گر پڑے اور زخم ابھی اچھا نہیں ہوا تو پھر وہی یا نئی باندھ لے اور وہی پچھلا مسح باقی ہے پھر مسح کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر زخم اچھا ہو گیا کہ اب باندھنے کی ضرورت نہیں ہو مسح ٹوٹ گیا اب اتنی جگہ دھو کر نماز پڑھے سارا وضو دہرانا ضروری نہیں ہے۔

مسئلہ : اگر بانس کی کھپچیوں کی جگہ پلستر چڑھا دیا ہو تو جب تک پلستر چڑھا ہوا ہے پلستر پر مسح کرتا رہے اس میں بھی بہتر ہے کہ وضو کے عضو کے مقابل پورے پلستر پر مسح کرے اگر نصف سے زائد پر مسح کر لیا تو یہ بھی کافی ہے اور غسل میں تو پورے ہی پلستر پر مسح کرے۔

مسئلہ : مسح ایک دفعہ کافی ہے تکرار کی ضرورت نہیں۔

(باقی صفحہ ۴۳)

عالمِ اسلام کی ایک عہد ساز شخصیت

مولانا محمد عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

☆

﴿ جناب حافظ محمد عبدالنافع صاحب ﴾

☆

۲۹ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ ۱۲ راگست ۱۹۹۹ء بروز جمعرات کو اس دور کی عظیم ہستی، عالم ربانی، محقق العصر، محدث کبیر، محدث نقاد، اُستاذ الاساتذہ، فقیہ الفقہاء، حضرت العلامہ مولانا محمد عبدالرشید نعمانی برضاء الٰہی خالق حقیقی سے جا ملے انا للہ و انا الیہ راجعون. اللّٰھم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیرًا منھا.

مولانا نعمانیؒ عالم اسلام میں اپنے وسیع و عمیق علم، اتباع سُنت اور ورع وتقوٰی کی بدولت نمایاں امتیاز رکھتے تھے۔ وہ برصغیر پاک و ہند کے علاوہ عالم اسلام کے تقریباً تمام دینی حلقوں میں انتہائی مقبول و ہر دلعزیز شخصیت کے حامل تھے۔

دُنیا میں ایسی شخصیات جن کے گفتار و کردار میں علم رچا بسا ہو، جن کی زندگی اتباع سنت کی مظہر ہو، جن کی ایک ایک ادا میں تواضع، حلم، خشیت الٰہی اور حسنِ اخلاق کا جلوہ نمایاں ہو مشکل ہی سے کہیں نظر آتی ہیں اور جب بھی کوئی ایسی شخصیت جدا ہوتی ہے تو عرصہ دراز تک اُن کا خلاء پُر نہیں ہوتا۔ بلاشبہ مولانا نعمانیؒ بھی ایسی ہی شخصیت کے حامل تھے۔

مولانا محمد عبدالرشید نعمانیؒ ولد منشی محمد عبدالرحیم خاطر جیپوریؒ راجستھان کے شہر جے پور میں ۱۸ ر ذیقعدہ ۱۳۳۳ھ ۲۹ ر ستمبر ۱۹۱۵ء کو پیدا ہوئے۔ مولانا نعمانی کے والد نامور خطاط، شاعر اور روحانی بزرگ تھے۔ مولانا نعمانی نے ابتدائی تعلیم اپنے عم بزرگوار حافظ محمد عبدالکریمؒ سے حاصل کی۔ بعدہٗ جے پور شہر کے محلہ بساطیاں کی مسجد میں قائم مکتب مدرسہ انوار احمدی میں تعلیم حاصل کی۔ نو سال کی عمر میں بیرون اجمیری دروازہ مدرسہ تعلیم الاسلام میں منشی پنجاب کے امتحان کی غرض سے داخلہ لیا اور والد ماجد کے اصرار پر عربی تعلیم بھی شروع کر دی۔ جون ۱۹۲۸ء سے مئی ۱۹۳۳ء پانچ سال کے قلیل عرصہ میں دیگر عربی تعلیم کے علاوہ پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان بھی پاس کر لیا۔ ۱۹۳۴ء میں منشی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ اسی سال دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخلہ لیا اور شیخ الحدیث علامہ حیدر حسن خان ٹونکیؒ سے علم حدیث کی تعلیم شروع کی۔ علم حدیث سے مناسبت انہی کی صحبت میں پختہ ہوئی۔ مولانا نعمانی کو حضرت موصوف سے بیعت کا شرف بھی حاصل تھا جو کہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے خلیفہ تھے۔ ۱۹۳۵ء میں حضرت شیخ کے درس سے فراغت حاصل کی۔ ۱۹۳۸ء میں حضرت شیخ کے برادر معظم علامہ محمود حسن خان ٹونکیؒ کی خدمت میں حیدر آباد دکن پہنچے اور چار سال

تک علامہ موصوف کی زیرِ نگرانی اُن کی کتاب معجم المصنفین کی تدوین و تالیف میں کام کیا۔۱۹۴۲ء کی ابتداء سے ندوۃ المصنفین دہلی کے رفیق ہوئے اور صرف ۲۷ سال جیسی کم عمری میں ہی اپنی مشہورِ زمانہ بے نظیر وگراں قدر لغات القرآن کی چار جلدیں تصنیف کیں جو کہ مولانا مرحوم کی پہلی تصنیف ہے۔۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے بعد پاکستان تشریف لائے اور دار العلوم اسلامیہ ٹنڈو والہ یار میں دوسال تک تدریس کے فرائض انجام دیے، اس وقت میں علامہ ادریس کاندھلوی، حضرت مولانا عبید الرحمٰن کامل پوری، محدث عصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری اور محدث کبیر حضرت مولانا سید محمد بدر عالم میرٹھیؒ (مہاجر مدنی) رحمہم اللہ جیسے حضرات بھی آپ کے رفقاء میں موجود تھے۔

۱۹۵۵ء سے علوم اسلامیہ کی عظیم درسگاہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی سے منسلک ہوئے اور فقہ، حدیث اور اصولِ حدیث کی کتابیں پڑھائیں۔۱۹۶۳ء سے جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں دوران تدریس صدر شعبہ اسلامیات رہے۔حضرت مولانا نعمانی کی پُر وقار و پُر اثر شخصیت اور وسیع و عمیق علم و فضل کی بناء پر مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے اپنے ادارہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کی خدمت کے لیے ایک بار پھر درخواست کی چنانچہ اُن کے بے حد اصرار پر مولانا نعمانی دوبارہ بنوری ٹاؤن سے منسلک ہوگئے اور بنوری ٹاؤن کے شعبہ تحقیق و تصنیف، مجلس دعوت و تحقیق اسلامی کے ناظم بھی رہے اور اپنی رحلت سے کچھ عرصہ قبل تک بنوری ٹاؤن سے ہی منسلک رہے۔آخر عمر میں ناسازِ طبع اور ضعف کی بناء پر ادارہ کی خدمات سے معذرت کرلی لیکن اپنی رہائش کراچی یونیورسٹی میں اپنی رحلت تک مسلسل علوم اسلامیہ کی اشاعت اور دینی خدمات میں مصروفِ عمل رہے۔۶۵ سال تک حدیث و فقہ کی خدمت کی اور متعدد مشہور علمی و تحقیقی اداروں سے منسلک رہتے ہوئے درس و تدریس، تصنیف و تالیف کے فرائض انجام دیے۔اسماء رجال واصول حدیث میں مرجع العلماء تھے۔خصوصاً فن رجال میں اس زمانہ میں مولانا نعمانی کا کوئی ثانی نہ تھا۔علم حدیث سے حضرت کو بڑا گہرا شغف تھا اور زندگی کا بیشتر حصہ علم اصول حدیث کی خدمت میں گزارا۔مولانا نعمانی نے علماء ہند کی درخواست پر کئی بار شیخ الحدیث کی حیثیت سے دار العلوم ندوۃ العلماء میں بھی درس حدیث دیا اور خالصتاً اللہ اور اُس کے رسول کے دین کی اشاعت وترویج و رضاء اور خلق خدا کی رہنمائی واصلاح کے لیے کئی سال تک سید ابو الخیر کشفی صاحب اور محترم ڈاکٹر منظور احمد قریشی صاحب کے گھر پر بھی درسِ حدیث دیتے رہے۔

مولانا نعمانی کا شمار عہد حاضر کے جید علماء میں ہوتا تھا اور مولانا کی تصانیف کو عالم اسلام کے تمام حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور تسلیم کیا جاتا ہے۔مولانا نعمانی نے اپنے ۶۵ سالہ دورِ تحقیق و تصنیف میں یوں تو متعدد کتب تصنیف کی ہیں لیکن ان معروف تصانیف میں بھی مولانا کی گرانقدر و بلند پایہ معروف و مشہور ترین تصانیف ''لغات القرآن''، ''حادثہ کربلا کا پس منظر''، ''ابن ماجہ و علم حدیث'' اور ''حضرت علی اور قصاص عثمان'' ہیں۔مولانا نعمانی کی یہ کتاب ''ابن ماجہ و علم حدیث'' محدثین اور علم حدیث کے لیے انسائیکلوپیڈیا ''قاموس'' کا درجہ رکھتی ہے جو برصغیر پاک و ہند کے

علاوہ عرب ممالک کے علماء، محدثین کی نظر میں بھی بڑی ہی اہمیت کی حامل ہے اس کے علاوہ احادیث نبویہ ﷺ پر آپ کے قلم سے نکلی ہوئی تحقیقات کا علمی وزن ہے۔

امام محمد بن الحسن الشیبانی کی کتاب ''الآثار'' کی تحقیق آپ کا زبردست تحقیقی و علمی کارنامہ ہے۔ آخری تصنیف ''حضرت علی اور قصاصِ عثمان'' جیسے اہم اور نازک مسئلہ پر مولانا نعمانی کے علاوہ آج تک کسی نے قلم نہیں اُٹھایا۔ مولانا کو حنفی مذہب سے عشق کے درجہ میں محبت تھی۔ سراج الائمہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے سچے مقلد اور عاشق صادق تھے۔

علماء احناف خصوصاً حضرت امام ابوحنیفہؒ پر محدثین حضرات خاص طور پر علماء شوافع کی طرف سے جو بے جا طعن اور جرح کا سلسلہ تقریباً ہر زمانہ میں رہا ہے اُس سے حضرت مولانا نعمانی کو بڑا شکوہ تھا کہ دوسرے مسالک کے اہل علم یہ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ حدیث پر حاوی نہ تھے۔ چنانچہ مولانا نعمانی کے قلم سے گزشتہ برسوں میں دو کتابیں امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں بیروت اور قطر سے شائع ہوئیں جس میں مولانا نعمانی نے نہایت مضبوط دلیلوں سے علم حدیث میں امام ابوحنیفہؒ کا مرتبہ اور مقام واضح کیا۔ پچیس تیس سال قبل ہمارے ملک میں ناصبیت اور خارجیت کا طوفان برپا ہوا۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی شہادت کے بارے میں نازیبا جملے کس شدت سے کہے جارہے تھے، اللہ رب العزت کی عطا کردہ توفیق کی بدولت مولانا نعمانی کا قلم اس طوفان کے مقابل سدِّ سکندری بن گیا، فتنہ ان کی کتابوں اور کتابچوں کی وجہ سے ہی چند نیم خواندہ افراد تک سمٹ کر رہ گیا اور دم توڑ گیا۔ یہ کتابیں اور رسالے ایک جلد میں مرتب کر کے پاک و ہند سے شائع کر دیے گئے ہیں۔ الغرض مولانا نعمانی چلتا پھرتا کتب خانہ تھے جو بات پوچھی جاتی جواب میں معلومات کا وسیع ذخیرہ مہیا فرما دیتے تھے۔

مولانا کو اسلام کی سربلندی، اُمت مسلمہ کے اتحاد، وطن کی عظمت اور اہل وطن کے کردار کی ہر وقت فکر رہتی تھی، وہ محبت کرنے والے ہمدرد انسان تھے اخلاق اور شائستگی کی علامت، سچائی، دیانتداری اور حق گوئی کا روشن مینار تھے۔ انہوں نے نہایت جرأت و ہمت اور حوصلہ کے ساتھ باعزت و بامقصد زندگی گزاری۔ مولانا نعمانی اعلیٰ اخلاق، تہذیب و وضع داری کا ایک اعلیٰ نمونہ تھے۔ وہ علم و آگہی اور فکر و دانش کا دلکش امتزاج تھے۔ مولانا نعمانی کا کردار اور اُن کی پوری زندگی اُن کے صاف شفاف لباس کی آئینہ دار تھی، سر سے پاؤں تک اُن کا لباس اُن کی پہچان بن چکا تھا اُن کا قلب تو اُن کے لباس سے بھی زیادہ منور تھا۔ اُن کی شخصیت اور پاک و صاف جسم تقدس و تقویٰ کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ چہرے پر ہمیشہ بشاشت، خندہ پیشانی کے ساتھ خوشگوار تاثر، گفتگو میں ٹھہراؤ اور لہجہ مدھم ہوتا غرض وہ سرتاپا مٹھاس ہی مٹھاس تھے، ایسی مٹھاس جس سے مل کر روح میں تازگی آجاتی تھی۔ مولانا نعمانی وہ بلند پایہ ہستی تھے جنہوں نے آرائشی بنگلہ کے بجائے ایک گوشہ عافیت کو اپنا مسکن بنایا، پُرتعیش زندگی کے برعکس سادگی اور قناعت کو اپنایا۔ مولانا نے عمل صالح اور خدمت خلق سے اپنی تمام زندگی کو درخشاں و تاباں آفتاب کی مانند روشن اور منور رکھا جس کا مقصدِ زیست بنی نوع انسان کی اصلاح و خدمت

رہا۔

مولانا موصوف نے اپنا سرمایہ، وقت اور جملہ صلاحیتیں دعوت دین حق اور اسلام کی سربلندی کے لیے وقف کر رکھی تھیں۔ اُن کی عبادات و تعلیمات میں اہل علم اور جویانِ حق کی راہنمائی بھی شامل تھی۔ برصغیر پاک ہند کے علاوہ ترکی، شام اور مصر وغیرہ کے نہ صرف نوجوان طلباء بلکہ علماء، محدثین و مشائخ بھی آپ کے علم سے فیض یاب ہونے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضری دیتے رہے۔ مولانا نعمانی سچے عاشق رسول تھے، وہ ہمیشہ منافقت، بدعت اور شرک کے خلاف سینہ سپر رہے۔ مولانا نعمانی زر پرستی، صوبہ پرستی، فرقہ پرستی، جہالت و جھوٹی سیاست، سود، رشوت ستانی، بے حیائی و بد اخلاقی، قتل و غارت گری کے سخت خلاف تھے اور خصوصاً اُمت مسلمہ کو ہمیشہ اس سے بچنے کی تلقین کرتے رہے۔ اُنہوں نے زندگی بھر قلم کی حُرمت کو برقرار رکھا۔

ہر وہ فرد جس نے کبھی اُن سے ملاقات کی اور دو حرف بھی سیکھے وہ ممنون احسان ہے اور اُن کے سانحہ ارتحال پر رنج و الم کی تصویر ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا نعمانی کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ ترین مقام عطا فرمائے آمین۔ گو کہ آج مولانا ہم نہیں ہیں لیکن اُن کی تصانیف اور اُن کے علم سے فیض یاب ہونے والے ہزاروں شاگرد اور لاکھوں معتقدین اور اُن کی سیرت و کردار کی نہ ختم ہونے والی خوشبو ہمیشہ باقی رہے گی اور اُس وقت تک قلب و جان کو فرحت بخشتی رہے گی جب تک علم و کردار کے قدردان اس دنیا میں موجود ہیں۔

اب نہ آئے گا نظر ایسا کمالِ علم وفن
گو بہت آئیں گے دنیا میں رجالِ علم وفن

بقیہ : دینی مسائل

مسئلہ : جس شخص کو غسل کی حاجت ہو اور اس کے پٹی بندھی ہو جس کا اُتارنا نقصان دہ ہو یا پلستر چڑھا ہو تو وہ باقی جسم کو دھو کر پٹی اور پلستر پر مسح کر سکتا ہے۔

مسئلہ : اگر پٹی پر مسح کرنے کے بعد کسی طرح اس میں پانی داخل ہو جائے تو مسح باطل نہ ہوگا۔

باب : ۳　　　　قسط : ۱۵

فہمِ حدیث

نبوت و رسالت

☆

﴿حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر عبدالواحد صاحب﴾

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ خصوصیات :

(۱) اللہ تعالیٰ کا نبی ﷺ کو غیر معمولی طریقے سے کھانا پلانا :

عن ابی هريرة قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الوصال فى الصوم فقال له رجل من المسلمين انك تواصل يا رسول الله قال وايكم مثلى انى ابيت يطعمنى ربى ويسقينى　　　　(بخارى ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی ممانعت فرمائی ہے کہ دو روزے درمیان میں افطار کیے بغیر ایک ساتھ رکھے جائیں اس پر ایک مسلمان شخص نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ آپ بھی تو ایسا کر لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا (جی ہاں) مگر کیا تم میں کوئی میری طرح ہے؟ میں شب بسر کرتا ہوں اس حالت میں کہ میرا رب مجھ کو (غیر معمولی طریقے سے نیند میں حقیقتاً) کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے (اس لیے میری توانائی بحال رہتی ہے)۔

(۲) غیر معمولی بصارت :

عن انس قال اقيمت الصلوٰة فاقبل علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم بوجهه فقال اقيموا صفوفكم و تراصّوا فانى اراكم من وراءِ ظهرى .(بخارى)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ جماعت کھڑی ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے ہماری طرف اپنا رخ پھیر کر فرمایا اپنی صفیں سیدھی کرو اور خوب مل کر کھڑے ہو کیونکہ (اللہ تعالیٰ

نے مجھے یہ غیر معمولی بصارت عطا کی ہے کہ پشت کی طرف کی روشنی کی شعائیں میرے دائرہ بصارت میں داخل ہو جاتی ہیں اور) میں تم کو اپنی پشت کی طرف سے بھی دیکھ لیتا ہوں۔

(۳) نیند میں خصوصیت :

عن عائشة قالت یا رسول اللّٰه اتنام قبل ان توتر فقال یا عائشة ان عینی تنا مان ولا ینام قلبی (بخاری ومسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (انہوں نے جب دیکھا کہ آپ ﷺ نوافل پڑھ کر وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں اور پھر اُٹھ کر بلا وضو کیے وتر پڑھ لیتے ہیں تو) انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کیا وتر کی نماز پڑھنے سے پہلے آپ (اس طرح) سو سکتے ہیں۔آپ نے فرمایا اے عائشہؓ میری آنکھیں سوتی ہیں (لیکن) میرا دل (و دماغ) نہیں سوتا (بلکہ وہ بیدار رہتا ہے اور کام کرتا رہتا ہے جس سے مجھے پتہ رہتا ہے کہ میرا وضو ٹوٹا ہے یا نہیں جبکہ اور لوگوں کو یہ غیر معمولی وصف حاصل نہیں ہے اس لیے وہ جب لیٹ کر یا ٹیک لگا کر سوتے ہیں تو ان کو پتہ نہیں ہوتا کہ ان کے وضو کا کیا حال ہے اور چونکہ نیند میں جسم و جوڑ ڈھیلے ہو جانے کی وجہ سے ہوا خارج ہو سکتی ہے اس لیے محض نیند کی وجہ سے وضو ٹوٹنے کا حکم ہے)۔

(۴) شیطان سے حفاظت :

عن ابن مسعود قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ما منکم من احد الا وقد وکل به قرینه من الجن وقرینه من الملا ئکة قالو وایا ک یا رسول اللّٰه قال وایای ولکن اللّٰه اعاننی علیه فا سلم فلا یا مرنی الا بخیر. (مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے ہر شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ (کی جانب سے) دو ساتھی مقرر کیے گئے ہیں جو اس کے ساتھ رہتے ہیں ایک جن دوسرا فرشتہ۔لوگوں نے پوچھا یا رسول ﷺ کیا یہ دونوں آپ کے ساتھ بھی ہیں۔آپ نے فرمایا ہاں میرے ساتھ بھی ہیں لیکن شر کی قوت کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی ہے اس لیے میں اس کے فریب سے محفوظ ہوں۔(اس لیے کوئی زور نہ پا کر) وہ جن مجھے (اگر کچھ مشورہ دیتا ہے تو) بھلائی کا ہی مشورہ دیتا ہے۔

عالم غیب سے تعارف کی ابتداء :

عن ابن عباس قال : اقام رسول اللہ ﷺ بمکة خمس عشرة سنة یسمع الصوت ویری الضوء سبع سنین ولا یری شیأ وثمان سنین یو حی الیه واقام بالمدینة عشر ا. (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں پندرہ سال اس طرح قیام پذیر رہے کہ ان میں سے سات سال تک آپ صرف (فرشتے یعنی حضرت جبریل علیہ السلام کی غائبانہ) آواز سنتے تھے اور (فرشتے کے ساتھ کی) روشنی دیکھا کرتے اس کے علاوہ (فرشتہ وغیرہ) کچھ نہ دیکھتے (تاکہ آپ کا طبعی خوف جاتا رہے اور آپ کے اندر فرشتے کو دیکھنے کی قوت اور استعداد پیدا ہو جائے۔ استعداد حاصل ہو جانے پر فرشتہ نے ظاہر ہو کر وحی لانے کا کام شروع کیا) اور (مکی دور کے) آٹھ سال آپ پر وحی نازل ہوتی رہی۔ اس کے بعد آپ نے دس سال مدینہ (طیبہ) میں قیام فرمایا۔

فائدہ : سالوں کی یہ تحدید عربوں کے اسلوب کے مطابق ایک اندازے کی ہے۔

عن جابر بن سمرة قال قال رسول اللہ ﷺ انی لا عرف حجراً بمکة کان یسلم علی قبل ان ابعث انی لاعرفه الآن . (مسلم)

حضرت جابر بن سمرةؓ نقل کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں مکہ مکرمہ میں اس پتھر کو خوب پہچانتا ہوں جو میری بعثت سے قبل مجھ کو سلام کیا کرتا تھا میں اب بھی اس کو خوب پہچانتا ہوں۔

عالم غیب کے ساتھ تعلق اور ربط :

وحی کا نزول اور فرشتوں کے ساتھ ہمکلامی :

عن عائشة قالت اول مابدئ به رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلّم من الوحی الرویا الصالحة فکان لا یری رویا الا جاء ت مثل فلق الصبح ثم حبب الیه الخلاء وکان یخلو ابغار حراء فیتحنث فیه وھو التعبد اللیا لی ذوات العدد قبل

ان ینزع الی اھلہ ویتزود لذلک ثم یرجع الی خدیجة فیتزود لمثلھا حتی جاءہ الحق وھو فی غار حراء فجاءہ الملک فقال اقرأ فقال ماانا بقارئ قال فاخذنی فغطنی حتی بلغ منی الجھد ثم ارسلنی فقال اقرأ فقلت ما انا بقارئ فاخذنی فغطنی الثانیة حتی بلغ منی الجھد ثم ارسلنی فقال اقرأ فقلت ما انا بقارئ فاخذنی فغطنی الثالثة حتی بلغ منی الجھد ثم ارسلنی فقال اقرأ باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق اقرأ و ربک الاکرام الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم فرجع بھا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یرجف فوادہ فدخل علی خدیجة فقال زملونی زملونی فزملوہ حتی ذھب عنہ الروع فقال لخدیجة واخبرھا الخبر لقد خشیت علی نفسی فقالت خدیجة کلا واللّٰہ لا یخزیک اللّٰہ ابدا انک لتصل الرحم وتصدق الحدیث وتحمل الکل وتکسب المعدوم و تقری الضیف وتعین علی نوائب الحق ثم انطلقت بہ خدیجة الی ورقة بن نوفل ابن عم خدیجة فقالت لہ یا ابن عم اسمع عن ابن اخیک فقال لہ ورقة یا ابن اخی ماذا تری فاخبرہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم خبر مارآی فقال ورقة ھذا ھو الناموس الذی انزل اللّٰہ علی موسی ......

(بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی اول ابتداء سچے خوابوں سے ہوئی۔ آپ (رات کو) جو بھی خواب دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح سامنے آجاتا (یعنی خواب کے موافق ہی واقعہ رونما ہوتا) پھر آپ کو خلوت نشینی محبوب ہوگئی اور آپ غار حرا خلوت اختیار کرتے اور گھر واپس جانے سے پہلے وہاں چند (دن اور) رات عبادت کرتے۔ پھر گزارہ کا کچھ سامان عبادت وخلوت کی غرض سے لے جاتے۔ پھر چند دنوں بعد واپس خدیجہ کے پاس آتے اور اتنے دنوں کے لیے مزید سامان لے جاتے۔ (یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا) یہاں تک کہ آپ کے پاس حق آگیا (جس کی صورت یہ ہوئی کہ) آپ غار حرا میں تھے تو آپ کے پاس فرشتہ آیا (یعنی جبرئیل علیہ السلام آئے) اور کہا پڑھیے۔ آپ نے فرمایا میں (نے چونکہ لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا لہٰذا میں پڑھ نہیں سکتا۔ انہوں نے مجھے پکڑا اور زور سے بھینچا (جس سے غرض یہ تھی کہ وحی کے تحمل

کی جوتوانائی انہیں حاصل تھی اس میں سے کچھ نبی ﷺ کی طرف بھی منتقل ہو جائے) پھر انہوں نے مجھے چھوڑا اور کہا پڑھیے۔ میں نے کہا میں پڑھ نہیں سکتا۔ انہوں نے مجھے (پھر) پکڑا اور دوسری مرتبہ مجھے زور سے بھینچا (تا کہ مزید توانائی منتقل ہو جائے) پھر اُنہوں نے مجھے چھوڑا اور کہا کہ پڑھیے۔ میں نے (پھر یہی) جواب دیا کہ میں پڑھ نہیں سکتا۔ جبرئیل نے (پھر) مجھے پکڑا اور تیسری مرتبہ مجھے زور سے بھینچا (تا کہ مزید توانائی منتقل ہو جائے) پھر مجھے چھوڑا اور کہا (یہ آیتیں) پڑھیے۔ **اقرأ باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق اقرأ وربک الاکرم الذی علم با لقلم علم الانسان مالم یعلم** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان آیتوں کو لے کر (گھر کی طرف لوٹے) آپ کا دل (رعب کی وجہ سے) زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ (جب) آپ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے تو فرمایا مجھے کپڑا اوڑھا دو مجھے کپڑا اوڑھا دو۔ گھر والوں نے آپ کو کپڑا اوڑھا دیا یہاں تک کہ آپ کا خوف (اور رعب) جاتا رہا آپ ﷺ نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کو پورا واقعہ سنایا اور فرمایا مجھے اپنی جان (پر ہلاکت) کا خوف ہے خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہرگز نہیں (آپ ایسا خوف نہ کیجیے) اللہ کی قسم اللہ آپ کو کبھی بھی رسوا نہ کرے گا (کیونکہ آپ کا جو کردار ہے ایسے کو برباد و رسوا کرنا اللہ تعالیٰ کی عادت نہیں ہے) آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں اور سچ بات کہتے ہیں اور بے کسوں کی خبر گیری کرتے ہیں اور محتاجوں پر خرچ کرتے ہیں اور مہمان نوازی کرتے ہیں اور قدرتی حوادث میں (مبتلا لوگوں کی) مدد کرتے ہیں۔ پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں (جو کہ عیسائی ہو چکے تھے اور اس وقت کی دینی کتابوں کے بڑے عالم تھے) اور ان سے کہا اے میرے چچا زاد بھائی ذرا اپنے بھتیجے کی بات تو سن لیجیے۔ ورقہ نے آپ ﷺ سے پوچھا اے بھتیجے آپ کیا (چیزیں) دیکھتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ دیکھا تھا اس کا قصہ ورقہ کو سنایا۔ (وہ سن کر) ورقہ نے کہا (جو فرشتہ آپ نے دیکھا) یہ وہی فرشتہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتارا تھا۔

عن عائشة قالت فتر الوحی حتی حزن النبی ﷺ فیما بلغنا حزنا غدامنه مرارا کی یتردی من رؤس شوا هق الجبل فکلما اوفی بذروة جبل لکی یلقی

نفسہ منہ تبدی لہ جبریل فقال یامحمد انک رسول اللّٰہ حقا فیسکن لذلک جاشہ وتقر نفسہ (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں (غار حرا میں پہلی وحی کے بعد کچھ ایام کے لیے وحی بند رہی۔ اگرچہ غار حرا کی وحی آنے پر آپ خوف زدہ ہو گئے تھے لیکن ایک تو ویسے بھی وہ خوف جاتا رہا دوسرے حقیقت حال بھی واضح ہوگئی تھی۔ خوف اور رعب کی جگہ فرشتہ سے ملاقات اور وحی کا اشتیاق دل میں بہت زیادہ پیدا ہوگیا تھا لہٰذا وحی جو کچھ عرصہ رکی رہی تو آپ ﷺ اتنے زیادہ غمگین ہوئے کہ آپ کئی مرتبہ اس غرض سے نکلے کہ اپنے آپ کو پہاڑ کی بلندیوں سے نیچے گرادیں۔ اس ارادے سے آپ جب بھی کسی چوٹی پر پہنچتے تاکہ وہاں سے اپنے کو گرادیں تو جبرئیل علیہ السلام آپ کے سامنے ظاہر ہوتے اور کہتے اے محمد (ﷺ) بے شک آپ اللہ کے واقعی رسول ہیں اس سے آپ ﷺ کے جوش وقلق کو سکون ملتا اور آپ کے نفس کو قرار آتا۔

عن جابر انہ سمع رسول اللّٰہ ﷺ یحدث عن فترة الوحی قال فبینا انا امشی سمعت صوتا من السماء فرفعت بصری فاذا الملک الذی جاء نی بحراء قاعد علی کرسی بین السما والارض فجشت منہ رعبا حتی هویت الی الارض فجئت الی اهلی فقلت زملونی زملونی فانزل اللّٰہ تعالی یا ایها المدثر قم فانذر وربک فکبر وثیابک فطهر ثم حمی الوحی وتتابع (بخاری ومسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فترت وحی (یعنی چند ایام کے لیے وحی کے انقطاع کی بات کرتے ہوئے سنا آپ ﷺ نے فرمایا اس دوران کہ میں چل رہا تھا کہ میں نے آسمان کی طرف سے آواز سنی۔ میں نے جو نظر اُٹھائی تو دیکھا کہ وہی فرشتہ جو میرے پاس غار حرا میں آیا تھا آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہے۔ میں رعب کی وجہ سے اس سے اتنا خوفزدہ ہوا کہ میں زمین پر گر گیا اور (تیزی سے) اپنے گھر والوں کی طرف آیا اور کہا کہ مجھے کپڑا اوڑھا دو مجھے کپڑا اوڑھا دو۔ اس وقت اللہ تعالی نے یہ آیتیں نازل فرمائیں یا ایها المدثر قم فانذر وربک فکبر وثیابک فطهر (سورہ مدثر) پھر تو وحی کی گرمی تیز ہوگئی اور بار بار آنے لگی۔

عن ابن عباس عن میمونة ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم اصبح یوما و اجما

......وقال ان جبرئیل کان وعدنی ان یلقانی اللیلة فلم یلقنی ام واللّٰہ ما اخلفنی......ثم وقع فی نفسه جرو کلب تحت فسطاط لنا فامربه فاخرج ثم اخذ بیده ماء فنضح مکانه فلما امسی لقیه جبرئیل فقال لقد کنت وعدتنی ان تلقانی البارحة قال اجل ولکنا لا ندخل بیتا فیه کلب ولا صورة. (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت میمونہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ صبح کے وقت کچھ مغموم تھے اور (اس کی وجہ سے) آپ نے یہ بات بتائی کہ جبرئیل (علیہ السلام) نے آج کی رات مجھ سے ملاقات کا وعدہ کیا تھا مگر آئے نہیں خدا کی قسم انہوں نے مجھ سے (کبھی) وعدہ خلافی نہیں کی۔ پھر آپ کے دل میں تخت کے نیچے موجود کتے کے پلہ کا خیال آیا۔ آپ نے اس کے بارے میں حکم دیا تو اس کو فوراً نکال دیا گیا۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے پانی لے کر اس جگہ پر چھڑکا (تاکہ آپ کے ہاتھ لگے پانی کی برکت سے کتے کے معنوی اثرات اس جگہ سے دور ہو جائیں) جب شام ہوئی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا آپ نے تو گزشتہ شب مجھ سے ملاقات کا وعدہ کیا تھا۔ انہوں نے کہا جی ہاں لیکن جس گھر میں (شوقیہ یا بلاوجہ) کتا (رکھا گیا) ہو یا تصویر ہو اس میں ہم (یعنی فرشتے) داخل نہیں ہوتے۔

وحی کا نعمت ہونا :

عن انس قال ابو بکر لعمر بعد وفاة رسول للّٰہ ﷺ انطلق بنا الی ام ایمن نزورها کما کان رسول للّٰہ ﷺ یزورها فلما انتهینا الیها بکت فقالا لها ما یبکیک اما تعلمین ان ما عنداللّٰہ خیر لرسول اللّٰہ ﷺ فقالت انی لا ابکی انی لاعلم ان ما عند اللّٰہ تعالی خیر لرسول اللّٰہ ﷺ ولکن ابکی ان الوحی قد انقطع من السماء فهیجتهما علی البکاء فجعلا یبکیان معها. (مسلم)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد (حضرت) ابوبکرؓ نے (حضرت عمرؓ سے کہا (آؤ بھئی) جس طرح کبھی رسول اللہ ﷺ ام ایمن کی ملاقات کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے ہم بھی ان کی ملاقات کے لیے چلیں (یہ ام ایمن رسول اللہ ﷺ کو اپنے والد کے ترکہ میں بطور باندی ملی تھیں اور نبی ﷺ کی خدمت آیا کی طرح انجام دیا

کرتی تھیں ۔نبی ﷺ نے ان کو آزاد بھی کر دیا تھا اور آپ ماں کی طرح ان کا اکرام کیا کرتے تھے اور ان کی ملاقات کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے) جب یہ دونوں حضرات ان کے گھر پہنچے تو (ان حضرات کو دیکھ کر بے ساختہ) ام ایمن پر گریہ طاری ہو گیا انہوں نے پوچھا آپ کیوں روتی ہیں کیا آپ کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے اللہ تعالی کے ہاں جو سامان ہیں وہ بہت خیر (اور تحسین) کے ہیں ۔انہوں نے جواب دیا میں اس پر تو نہیں روتی کیونکہ بلاشبہ میں اتنا تو جانتی ہوں کہ اللہ تعالی کے یہاں آپ کے لیے خیر کے سامان ہیں ، بلکہ میں تو اس پر روتی ہوں کہ اب آسمان سے وحی کی آمد کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے (جو ہمارے لیے اللہ تعالی کی جانب سے دین و دنیا کی براہ راست رہنمائی کا ذریعہ تھا) یہ کہہ کر ام ایمن نے ان دونوں حضرات کو بھی خوب رلایا اور یہ بھی ان کے ساتھ مل کر رونے لگے۔

وحی آنے کی کیفیت :

عن عائشة ان الحارث بن هشام سأل رسول الله ﷺ فقال يا رسول الله كيف يا تيک الوحی فقال رسول الله ﷺ احيانا يا تينی مثل صلصلة الجرس وهو اشده علی فيفصم عنی وقد وعيت عنه ما قال واحيا نا يتمثل لی الملک رجلا فيکلمنی فا عی ما يقول قالت عائشة ولقد رأيته ينزل عليه الوحی فی اليوم الشديد البرد فيفصم عنه وان جبينه ليتفصد عرقا . (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حارث بن ہشام ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ آپ پر وحی کیسے آتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا کبھی تو یہ صورت ہوتی ہے کہ مجھے ایک گھنٹی کی سی آواز آتی ہے اور یہ قسم مجھ پر سب سے زیادہ دشوار ہوتی ہے (کیونکہ اس میں فرشتہ اپنی اصلی صورت پر رہتا ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ کی روح مبارکہ کو مسخر کر کے اس میں کلام الہی کا القاء کرتا ہے روح مبارکہ کے مسخر کیے جانے کے عمل میں آپ کو گھنٹی کی سی آواز سنائی دیتی تھی) اس کے بعد جب وہ کیفیت دور ہو جاتی ہے تو جو وحی میں ارشاد ہوا تھا وہ مجھ کو محفوظ ہو جاتا ہے اور کبھی یوں ہوتا ہے کہ فرشتہ خود کسی انسانی مرد کی صورت بن کر میرے سامنے آجاتا ہے

اور مجھ سے ہم کلام ہوتا ہے۔ پھر جو کچھ وہ کہتا ہے میں اس کو یاد کر لیتا ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے سخت جاڑوں کے دن میں آپ کو خود دیکھا ہے کہ جب آپ پر (پہلی صورت میں) وحی آکر پوری ہو جاتی تو آپ کی پیشانی (وحی کی مشقت کی وجہ سے) پسینہ پسینہ ہو جاتی تھی

عن صفوان بن یعلی ان یعلی قال لعمر ارنی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم حین یوحی الیه قال فبینما النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم با لجعرانة ومعه نفرمن اصحابه جاء ہ رجل فقال یا رسول اللّٰہ کیف تری فی رجل احرم بعمرۃ وھومتضمخ بطیب فسکت النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم ساعة فجاء ہ الوحی فاشار عمر الی یعلی فجاء ہ یعلی فجاء یعلی وعلی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ثوب قداظل به فادخل رأسه فاذا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم محمر الوجه وھو یغط ثم سری عنه فقال این الذی سأل عن العمرة. (بخاری)

حضرت یعلیؓ نے حضرت عمرؓ سے درخواست کی کہ جب کبھی رسول اللہ ﷺ پر وحی آئے تو اس وقت آپ ﷺ کا مجھے بھی مشاہدہ کرائیے گا۔ اتفاق ہوا کہ جب آپ ﷺ مقام جعرانہ میں تھے اور صحابہ کی ایک جماعت آپ ﷺ کے ساتھ تھی کہ ایک شخص آیا پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ایک شخص خوشبو میں لت پت ہو رہا تھا اور اسی حالت میں اس نے عمرہ کا احرام باندھ لیا اب وہ کیا کرے۔ آپ کچھ دیر خاموش رہے اور آپ پر وحی کا نزول شروع ہوا حضرت عمرؓ نے یعلیؓ کو اشارہ کیا آگے آؤ۔ وہ آگئے اس وقت آپ ﷺ کے اوپر ایک کپڑا سائبان کے طور پر ڈالا ہوا تھا انہوں نے اپنا سر اس کپڑے کے اندر کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ ہو رہا ہے اور وحی کی شدت سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے آپ ﷺ کا دم گھٹ رہا ہو۔ اس کے بعد جب وہ کیفیت جاتی رہی تو آپ ﷺ نے پوچھا عمرہ کا مسئلہ دریافت کرنے والا شخص کہاں ہے۔

وحی کا بوجھ :

ان زید بن ثابت اخبران رسول اللّٰہ ﷺ املی علیه لا یستوی القاعد ون من المومنین والمجاھدون فی سبیل اللّٰہ فجاء ہ ابن ام مکتوم وھویملھاعلی قال

واللہ یا رسول اللہ لو استطیع الجھاد لجاھدت وکان اعمی فانزل اللہ علی رسولہ وفخذہ علی فخذی فثقلت علی حتی خفت ان ترض فخذی ثم سری عنہ فانزل اللہ غیر اولی الضرر. (بخاری)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت **لا یستوی القاعدون من المؤمنین والمجاھدون فی سبیل اللہ** (مومنوں میں سے جو لوگ جہاد سے بیٹھ رہے اور جنہوں نے اللہ کے راستہ میں جہاد کیا برابر نہیں ہو سکتے) زید بن ثابت سے قلمبند کرائی۔ ابھی آپ اس کو قلمبند کرا ہی رہے تھے کہ آپ کی خدمت میں ابن ام مکتوم آ گئے۔ انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ بخدا اگر میں جہاد کر سکتا تو ضرور جہاد کرتا۔ بات یہ تھی کہ وہ نابینا تھے۔ (ان کے عذر کرنے پر) اللہ تعالی نے اپنے رسول پر وحی نازل فرمائی۔ اس وقت آپ ﷺ کی ران میری ران کے اوپر رکھی ہوئی تھی (یعنی بے تکلفی کے ساتھ گھٹنا سے گھٹنا ملائے بیٹھے تھے) تو میری ران پر اتنا وزن پڑا کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ اب چورا چورا ہوئی۔ اس کے بعد جب وحی کی کیفیت آپ سے دور ہوگئی تو جو کلمہ اللہ تعالی نے نازل فرمایا تھا وہ یہ تھا **غیر اولی الضرر** (یعنی یہ حکم ان کا ہے جو معذور نہ ہوں)۔

عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا اوحی الیہ وھو علی ناقتہ وضعت جرانھا فما تستطیع ان تتحول حتی یسری عنہ وتلت انا سنلقی علیک قولا ثقیلا. (احمد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر جب وحی اترتی اور آپ اپنی اونٹنی پر ہوتے تو وحی کے وزن سے وہ بھی اپنی گردن نیچے ڈال دیتی اور جب تک وہ ختم نہ ہو لیتی اپنی جگہ سے گردن نہ ہلا سکتی تھی اس کے بعد اس مضمون کی تصدیق میں حضرت عائشہؓ نے یہ آیت تلاوت فرمائی **انا سنلقی علیک قولا ثقیلا** (ہم آپ پر ایک بہت وزنی کلام اتارنے والے ہیں)۔ (جاری ہے)

(دوسری اور آخری قسط)

ہندوستان کی مغلیہ سلطنت اور عیسائی

☆

﴿سید صباح الدین عبدالرحمٰن صاحب﴾

عیسائیوں کی اصلی فطرت :

یورپ اور امریکہ کے عیسائی بظاہر بہت مہذب ، متمدن اور شائستہ نظر آتے ہیں۔ وہ اخوت ، مساوات اور جمہوریت کے حامی بھی ہیں، علوم وفنون کے بہت بڑے سرپرست بھی ہیں۔ سائنس کی ترقی میں ان کے کارنامے بے مثال ہیں لیکن یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ ان سب کارناموں میں ان کی فطرت کی بنیادی کج روی کارفرمارہتی ہے ان کی تہذیبی اور تمدنی زندگی میں جو فاسقانہ اور فاجرانہ رنگ پیدا ہوگیا ہے وہ بھی اسی کج روی کا مظاہرہ ہے اور ان کی تہذیب خود ان کے خنجروں سے ہلاک ہو رہی ہے۔ ان کی اخوت کے دعوٰی میں بھی ان کی اپنی مصلحت اندیشی ہوتی ہے مساوات کی حمایت میں بھی ان کی خود غرضی شامل ہوتی ہے اور ان کی جمہوریت تو سیاسی استحصال کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ علوم وفنون کی سرپرستی میں بھی ان کی نظر وفکر کی وجہ سے مذہب میں ژولیدگی ، معاشرہ میں پراگندگی اور سیاست میں فریب کاری پیدا ہوگئی ہے، پھر ان کی معروضی تاریخ نویسی قوموں میں باہمی منافرت پیدا کرنے کے لیے ہے، ان کی حقیقت پسندانہ سوانح نگاری سے اسلاف کی سطوت شکنی ہوتی ہے، ان کی غیر جانبدارانہ تنقید نگاری سے آبروریزی ہوتی ہے۔ ان کی ناول نگاری جنسی جرائم کی پردہ پوشی کے لیے ہے، شعر وادب میں بشری اور نفسیاتی تقاضے کے بہانے قلم میں بے باکی ، تحریر میں بے راہ روی اور انداز بیان میں فتنہ انگیزی کی ترویج ہو رہی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ سائنسی علوم کو ترقی دے کر انھوں نے انسانی راحت وآسائش کی خاطر بے شمار چیزیں ایجاد کیں ، مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ انھوں نے ایسے جنگی اسلحہ ، ہوائی جہاز ، بم اور زہریلی گیس بھی ایجاد کی ہے جن کے ذریعہ سے نہ صرف ایک علاقہ یا ایک ملک یا ایک برصغیر بلکہ پورا براعظم چند دنوں میں راکھ کا ڈھیر کیا جاسکتا ہے ان ایجادات کا تصور ہی اس حقیقت کا ثبوت ہے کہ وہ فطرۃً ظالم اور طبعاً سفاک ہیں اور اگر ان کی پوری تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو اس ظلم اور سفا کی کا پورا نقشہ سامنے آجائے گا، آیئے ذرا ان کی تاریخ کے ایسے پہلو پر بھی ایک سرسری نظر ڈالی جائے جس سے یہ معلوم ہو کہ انھوں نے خود اپنے ہم مذہبوں اور ہم وطنوں پر کیا کیا مظالم ڈھائے ہیں اس کی کچھ جھلک ہم گزشتہ اوراق میں بھی دکھا چکے ہیں ، کچھ اور دیکھیے۔

عیسائی حکمرانوں کے مظالم :

ولیم اول نے ۱۰۶۶ء میں انگلستان کو فتح کیا تو اس کے حکم سے مفتوحہ علاقوں کے گھر، کھلیان اور کھیت وغیرہ سب کچھ جلا دیے گئے اور ایک لاکھ سے زیادہ مرد وزن، بچوں اور عورتوں کو قتل کیا گیا لن گارڈ نے تاریخ انگلستان جلد دوم میں لکھا ہے کہ یارک اور ڈرہم کے علاقے اس طرح برباد کر دیے گئے تھے کہ نو سال تک وہاں کی زمین کھیتی کے لائق نہیں رہی۔ انگلستان کے کچھ مورخین ایسے سفاکانہ واقعات کی تاویل کر کے ان پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں مگر دوسرے ملکوں کے ایسے واقعات میں خوب رنگ آمیزی کرتے ہیں۔

روس کا حکمران آئیون چہارم (۱۵۸۴ء۔۱۵۳۰ء) آئیون مہیب (ٹریبل) کہلاتا، وہ اپنے غلاموں کو اپنی نجی ملکیت سمجھتا، اور کہتا کہ وہ اپنی مرضی سے جب چاہے ان کو ہلاک کر دے اور جب تک چاہے ان کو زندہ رہنے دے، اس کو کلیسا کے پادریوں سے شکایت رہتی کہ وہ کاہل ہیں، عبادت نہیں کرتے اس لیے کلیسا میں جا کر قیام کرتا اور کبھی کبھی رات رات بھر ان سے عبادت کراتا، اس نے تو بائبل کو بھی بدل دینے کی کوشش اور اپنی طرف سے اس کا ایک نسخہ تیار کر کے اس کو رائج کرانے کی کوشش کی۔ (روس از ڈبلیو۔آر۔مورفل ص۶۹۔۶۷)

سولھویں صدی میں فرانس کے حکمراں چارلس نہم اور اس کی ماں کیتھرائن نے مل کر سینٹ بارتھیمیلو کے میلے کے موقع پر ساڑھے دس ہزار پروٹسٹنٹ کو قتل کرادیا، تو کیتھولک چرچ نے خوشی کے شادیانے بجائے۔

(انسائیکلوپیڈیا آف بری ٹانیکا، گیارھواں ایڈیشن ج ۱۰ ص۸۳۱۔۸۲۹)

لوئی پانزدہم اپنی داشتاؤں کے ہاتھوں میں کھلونا بنا رہا اس کے زمانہ میں ژان سینی تحریک مذہبی اور سیاسی احکام کے خلاف چلی تو اس کو کچلنے کے لیے ہر طرح کے مظالم ڈھائے گئے۔ (ایضاً ص ۸۴۹۔۸۴۷)

روس کا شہنشاہ پیٹر (۱۷۲۵ء۔۱۶۷۲ء) اپنے کارناموں کی وجہ سے پیٹر اعظم کہلاتا مگر جہاں اس میں بڑی عظمت تھی وہاں اس کے مزاج میں اتنا غصہ تھا کہ پھر ایسے مظالم کرنے پر اُتر آتا کہ لوگ ان کو دیکھ کر تھرا اُٹھتے، اس کے راستے میں جو کوئی رکاوٹ پیدا کرتا اس کو نیست و نابود کر دینے میں تامل نہ کرتا۔ وہ اپنی خوبیوں کی وجہ سے معمہ بنا رہا، اس کے قریب ترین ساتھی بھی باخبر نہیں ہوتے کہ وہ کس وقت کیا کر بیٹھے گا اس کے بارہ میں مشہور تھا کہ اس کا غصہ طوفانی ہوتا وہ کسی سے نفرت کرتا تو اس کی پوری بیخ کنی کر کے دم لیتا، اس کی ضیافت میں بڑی سرمستیاں ہوتیں اور اس کی تفریحیں بڑی پیچیدہ ہوتیں اس نے اپنے لڑکے الیکزیسن کو پھانسی کی سزا دلوائی، اس لیے کہ اس کی حرکتیں اس کو پسند نہیں تھیں، اس نے اپنی ایک بیوی کو خانقاہ میں بند کر کے نن بننے پر مجبور کیا کیونکہ اس شبہہ تھا کہ وہ پادریوں سے مل کر اس کے خلاف باغیانہ

سازش میں ملوث ہوگئی تھی، اس نے کلیسا میں اپنی خواہش کے مطابق اصلاحات کیں تو پادریوں نے اس کو قتل کردینے کی دھمکی دی (روس، از ڈبلیو۔ ای مورفل ص ۱۷۳۔۱۶۲، انسائیکلوپیڈیا بری ٹانیکا، گیارہوں ایڈیشن)

سترہویں صدی میں جرمنی میں پروٹسٹنٹ اور کیتھولک فرقوں کی جنگ شروع ہوئی تو یہ یورپ کی تیس سالہ جنگ کے نام سے مشہور ہوئی، یورپ کی بہت سی حکومتیں اس میں الجھ گئی تھیں، مورخین کا بیان ہے کہ اس لڑائی میں بوہیمیا کے ۳۵ ہزار گاؤں میں صرف ۶ ہزار باقی رہ گئے تھے، بویریا، فرینکونیا اور سوابیا میں غارتگری ایسی کی گئی تھی کہ یہ سارے علاقے قحط اور امراض سے تباہ ہوکر ویران ہوگئے۔ جرمنی میں ایک کروڑ ساٹھ لاکھ کی آبادی تھی اس جنگ کے بعد ساٹھ لاکھ رہ گئی، اے جے گرانٹ اس جنگ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اس سے صنعت وحرفت اور علوم وفنون کا فقدان ہوگیا لوگوں کے خیالات اور اعمال میں ایک وحشیانہ انداز پیدا ہوگیا، مذہب، تدبر اور سیاست کا کوئی بلند معیار باقی نہ رہا، آئرلینڈ کے سوا اور کوئی ملک ایسے جہنمی عذاب میں مبتلا نہیں ہوا۔ (تاریخ یورپ از اے۔ جے گرانٹ، اردو ترجمہ ص ۷۷۲)

انیسویں صدی میں ۱۸۳۱ء میں یونان کے علاقے موریا میں تین لاکھ اور یونان کے شمالی حصہ میں ہزاروں مسلمان مرد، بچے اور عورتیں بڑی بے رحمی سے ہلاک کی گئیں۔ تفصیل مارماڈیوک پکتھال کی کتاب دی کلچرل سائڈ آف اسلام میں پڑھی جاسکتی ہے۔

یورپ میں تھوڑی تھوڑی مدت کے بعد خوں ریز لڑائیاں ہوتی رہیں ہیں اور ان سے جو غارتگری ہوتی رہی اس کی تاریخ المناکی سے بھری ہوئی ہے۔ پہلی جنگ عظیم میں انسانوں پر جو الم انگیز مصائب آئے اس کا ذکر گزشتہ اوراق میں آ چکا ہے، دوسری عالمگیر جنگ میں روسیوں کے تیس لاکھ سپاہی جرمن حملہ آوروں کے اسلحہ سے ہلاک ہوئے ان کے ملک کے آٹھ لاکھ مربع میل کے علاقے بالکل تباہ کردیے گئے، اسی جنگ میں برطانیہ کے چھ لاکھ سپاہی مارے گئے اور چالیس لاکھ مکانات برباد ہوئے، فرانس کو چھبیس ملین ڈالر کا نقصان پہونچا، یہاں کے پانچ لاکھ گھر تہس نہس ہوئے اور ساڑھے سات لاکھ خاندان بے گھر ہوگئے، کہا جاتا ہے کہ اس جنگ کے زمانہ میں پورے یورپ میں ایک کروڑ سے زیادہ سپاہی موت کے گھاٹ اترے، اور دو کروڑ سے زیادہ شہری ہلاک ہوئے اور خدا جانے کتنے لنگڑے لولے اور بے کار ہوکر زندگی کے دن گزارنے پر مجبور ہوئے، چار سو ملین ڈالر کی املاک تباہ ہوئی۔ (ماڈرن یورپ از سی۔ ڈی ہیزن، باب ۳۸۔ ۱۹۷۹ء ایڈیشن) اسی جنگ کا یہ واقعہ بھی ابھی تک لوگوں کے ذہن میں ہے کہ اخوت، مساوات اور جمہوریت کے علمبردار عیسائیوں نے جاپان کے شہروں میں سے ہیروشیما اور ناگاساکی میں ایٹم بم گرا کر ان کے لاکھوں مردوں، عورتوں، بوڑھوں اور بچوں کو چشم زدن میں موت کے گھاٹ اس طرح اتار دیا گیا کہ چنگیز اور ہلاکو کی سفاکیاں بھلادی گئیں۔

اور ابھی کچھ دن پہلے ویٹ نام میں امریکہ کے عیسائیوں نے تیس سال تک جنگ کی، لندن کے اخبار ٹائمس

میں چھپا ہے کہ اس مدت میں امریکی فضائیہ نے اٹھارہ لاکھ ننانوے ہزار چھ سو اڑسٹھ حملے کیے۔ سر سٹھ لاکھ ستائیس ہزار چوراسی ٹن بم گرائے، وہاں کے نباتات کو تباہ کرنے کے لیے ایک کروڑ نوے لاکھ گیلن کے تباہ کن مادے پھینکے، ۳۵ لاکھ ایکڑ زمین پر زہریلی دوائیں چھڑکی گئیں، جن کا زہر خیال ہے کہ ایک سو برس تک کام کرتا رہے گا۔ ایک کروڑ افراد بے گھر ہوئے ان کے بچے یتیم ہوئے، پندرہ لاکھ ساٹھ ہزار شہری مجروح ہوئے، چھتیس لاکھ باسٹھ ہزار آدمی مارے گئے۔

یہ سفاکی، بے دردی اور ستم آرائی بلکہ خونخواری اور درندگی عیسائیوں کی طرف سے ہوئی جن کے پیغمبرؑ نے یہ تعلیم دی تھی کہ جو تیرے داہنے گال پر تھپڑ مارے تو اس کے سامنے اپنا بایاں گال بھی پھیر دے، جو تجھ کو ایک میل بیگار لے جائے تو اس کے ساتھ دو میل جا، جو تیرا کوٹ مانگے تو اس کو اپنا کرتہ بھی دے دے، کیا عیسائیوں اور ان کے فرماں رواؤں نے بلکہ ان کے مذہبی پیشواؤں نے اس پر کبھی عمل کیا؟ ان کی تاریخ نویسی کا طلسم سامری بھی ان کے ان جرائم پر پردہ نہیں ڈال سکتا۔ مگر وہ اب عیسائی مذہب کے پیرو کب رہے، انھوں نے اپنی بظاہر چمکدار زندگی کے جو روزمرہ اصول بنا لیے ہیں، یا اپنی مصنوعی تہذیب کے جو ضابطے مقرر کر لیے ہیں یا اپنی عیاشیانہ زندگی کی تسکین کے لیے جو رسم و رواج رائج کر لیے ہیں ان ہی کی پابندی کرنا ان کی شریعت ہے یہی حال ان کی پاپائیت کا ہے جو کلیسا میں بیٹھ کر اپنے ظاہری کروفر سے دنیا کو تو مرعوب کر لیتی ہے، مگر اپنے پیروؤں کو وہ مذہبی زندگی بسر کرنے پر آمادہ نہیں کر سکتی جس کی تعلیم حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی، اسی لیے یہ پاپائیت بھی اسی فطری کج روی میں مبتلا ہے جس میں عیسائی اور عیسائی حکمراں رہے ہیں۔

ضرورت رشتہ

ایک حافظہ قاریہ بچی عمر ۲۰ سال کے لیے عالم دین یا دین دار گھرانہ سے تعلق رکھنے والے لڑکے کے رشتہ کی ضرورت ہے۔

نیز ایک حافظ قرآن قاری کے لیے حافظہ قاریہ کا رشتہ مطلوب ہے۔

رابطہ کے لیے : جناب قاری غلام رسول صاحب (ناظم جامعہ مدنیہ لاہور)

باب اول قسط : ۱۱

تحریکِ احمدیت

﴿برطانوی یہودی گٹھ جوڑ﴾

زیرِ نظر مضمون جناب بشیر احمد صاحب کی انگریزی کتاب **Ahmedia Movement British-Jewish Connection** ----- کا اُردو ترجمہ (تحریکِ احمدیت برطانوی یہودی گٹھ جوڑ) جو جناب احمد علی ظفر صاحب نے کیا ہے۔ کتاب کا مواد انڈیا آفس لائبریری لندن سے حاصل کیا گیا ہے جو پنجاب انٹیلی جنس کی رپورٹ پر مشتمل ہے۔ ادارہ اس کی محض تاریخی افادیت کے پیشِ نظر اسے قسط وار قارئین کی خدمت میں پیش کر رہا ہے۔ رپورٹ کے مندرجات اور مصنف کے ذاتی رجحانات سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)

سوانحی خاکہ :

مرزا غلام احمد ۱۳ر فروری ۱۸۳۵ء کو قادیان میں پیدا ہوئے۔ چھ سال کی عمر میں انہیں ایک نجی استاد کے حوالے کر دیا گیا جس نے انہیں قرآن پاک اور فارسی پڑھائی۔ دس سال کی عمر میں ایک عربی استاد نے انہیں عربی زبان اور قواعد پڑھائے۔ ۱۷ سال کی عمر میں ایک تیسرا استاد رکھا گیا جس نے انہیں عربی، علم نحو، منطق اور طب کی تعلیم دی۔ [۱]

اوائل عمری میں ہی ان کے باپ نے ان کو اپنے نقش قدم پر چلا لیا جو کہ انگریزوں کی خدمت کر کے بڑے صبر کے ساتھ اپنی کھوئی ہوئی جائیداد کے دوبارہ حصول کا خواہش مند تھا جس سے صرف اس گھرانے کی زرعی ضروریات ہی پوری ہوتی تھیں۔ مرزا غلام احمد نے قادیان کی کھوئی ہوئی جاگیروں کے حصول میں بیکار طور پر عدالتوں کے دروازے کھٹکھٹائے۔ [۲]

وہ اس کام میں بری طرح ناکام ہوئے اور ان کے باپ نے انہیں بالکل بیکار شخص سمجھنا شروع کر دیا۔ آخر کار

۱ـ Muhammad Yaqoob Khan,Quest after God (Glimses of the life of Mirza Ghulam Muhammad) Amjuman Ahmadia,Lahore,1949 Page 17

۲ـ Tarink.i.Ahmadya Vol.I,Compiled by Dost Muhammad Shahid,Rabwah.

۱۸۶۴ء میں ان کے باپ نے سیالکوٹ کچہری میں انہیں اہلمد (کلرک) کی معمولی نوکری دلوادی جسے انہوں نے قبول کر لیا۔اپنے سیالکوٹ میں قیام کے دوران وہ قانون کے امتحان میں بیٹھے مگر اس میں بری طرح ناکام ہوئے۔ ۳؎

سیالکوٹ میں وہ چار سال تک (۶۸۔۱۸۶۴ء) ٹھہرے۔وہاں ان کے عیسائی مبلغین خصوصاً سکاٹ لینڈ کے پادریوں کے ساتھ قریبی تعلقات پیدا ہوگئے جن کے ساتھ انہوں نے مذہبی اور سیاسی معاملات پر تبادلہ خیال کیا۔

۱۸۵۷ء کی جنگ کے بعد عیسائی مبلغین پنجاب میں ہجوم در ہجوم آئے کیوں کہ یہ خطہ برطانوی نوآبادیاتی حکمت عملی میں خاص اہمیت اختیار کر چکا تھا۔ ۴؎

جنگ آزادی کے بعد کے دور میں عیسائی مبلغین نوآبادیاتی کھیل میں فیصلہ کن کردار ادا کرنے کے لیے بڑی سرگرمی سے جنگ آزادی کی اہم مذہبی، سماجی، معاشی اور سیاسی وجوہات کا مطالعہ کر رہے تھے اور ہندوستانی سیاست میں ابھرنے والے رجحانات کا جائزہ لے رہے تھے۔ ۵؎

۱۸۵۸ء سے لے کر ۱۸۷۰ء کے درمیانی سالوں میں جنگ آزادی کی وجوہات پر بہت سے مطالعات کیے گئے اور ان سوالوں پر بحث کے لیے بہت سے تبلیغی اجتماعات منعقد کیے گئے۔ایسا ہی ایک اجتماع دسمبر ۱۸۶۲ء میں پنجاب میں منعقد ہوا۔اس میں ۳۵ عیسائی مجالس اور ان کے نمائندوں کے علاوہ اعلیٰ مقامی وفوجی افسران اور کثیر تعداد میں بااثر لوگوں نے شرکت کی۔اگرچہ سرکاری حلقوں میں کافی لے دے ہوئی کہ آیا ایسا اجتماع منعقد ہونا چاہیے کہ نہیں۔ ۶؎

۱۸۶۹ء میں بغاوت کی وجوہات جاننے اور سلطنت کے احکامات کے لیے تجاویز دینے کے لیے مسیحی مبلغین پر مشتمل ایک نجی جماعت نے ہندوستان کا دورہ کیا۔اس گروہ نے بہت سی جگہوں کا دورہ کیا اور ان سیاسی و مذہبی مسائل کا جائزہ لیا جنہوں نے ہندوستان میں برطانوی راج کے لیے ایک مستقل خطرہ پیدا کر دیا تھا۔ابتدائی معلومات حاصل کرنے کے لیے اعلیٰ برطانوی حکام جو انتظامی اور فوجی عہدوں پر متمکن تھے ان سے مشورے کے لیے اجلاس منعقد کیے اور خفیہ محکمے کے اہل کاروں کے ساتھ مباحثے کیے۔اس کے نتیجے میں ۱۸۷۰ء میں لندن میں ایک اجتماع منعقد ہوا جس میں اس گروہ کے نمائندوں کے علاوہ اہم تبلیغی عہدیداران نے شرکت کی۔اس جماعت اور مبلغین نے اپنی علیحدہ علیحدہ رپورٹیں پیش

۳؎ Mirza Bashir Ahmad,Seerat.ul.Mahdi,P.135

۴؎ See Frederick Henry Copper,The Crises In The Punjab from the 10 of May untill the fall of Dehli,London,1858

۵؎ The Indian Crisis, A Special General Meeting of the Church Missionary Society at Exeter Hall,on Thursday,January12th,1858,London

۶؎ The History of Church Missionary Society,London,1899 Vol.II P.2

کیں۔ نتیجۃً یہ دونوں قسم کی اطلاعات ایک خفیہ اور راز دارانہ دستاویز کے طور پر نجی استعمال کے لیے "ہندوستان میں برطانوی شہنشاہیت کی آمد" کے عنوان سے چھاپ دی گئیں۔ ۷ اس اطلاع میں سے ایک اقتباس نیچے دیا جاتا ہے جس میں ایک پیغمبر کی ضرورت بیان کی گئی ہے، جو برطانوی سامراجیت کے فاسدانہ سیاسی منصوبوں میں استعمال ہو سکے۔ ۸

> ملکی آبادی کی غالب اکثریت اپنے پیروں کی اندھا دھند پیروی کرتی ہے۔ اگر اس مرحلے پر ہم کسی ایسے شخص کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہو گئے جو اپنے آپ کو ظلی نبی کے طور پر پیش کر دے تو لوگوں کی کافی تعداد اس کے ارد گرد اکٹھی ہو جائے گی لیکن اس مقصد کے لیے عوام میں سے کسی ایک کو راضی کرنا بہت مشکل ہے اگر یہ مسئلہ حل ہو جائے تو ایسے شخص کی نبوت حکومت کی سرپرستی میں پروان چڑھ سکتی ہے۔ ہم پہلے ہی مقامی حکومتوں کو غداروں کے ذریعے قابو کرنے کی حکمت عملی سے کام لے چکے ہیں، مگر یہ ایک مختلف مرحلہ تھا۔ کیونکہ غداروں کا تعلق عسکری نقطہ نظر سے تھا، مگر اب جب کہ ملک کے ہر مقام پر ہمارا اقتدار قائم ہے اور ہر جگہ پر امن و امان ہے ہمیں ملک کے اندر اندرونی بے چینی پیدا کرنے کے لیے اقدامات اختیار کرنے ہوں گے۔

اس وقت جب برطانوی آلہ کار وفاداروں کی تلاش میں تھے مرزا سیالکوٹ میں متعین سکاٹ لینڈ کے ایک مبلغ بٹلر ایم۔اے سے قریبی دوستی پروان چڑھانے میں مصروف تھا۔ وہ دونوں اکثر ایک دوسرے سے ملتے اور مذہب اور ہندوستان میں برطانوی حکومت کو درپیش مسائل پر بحث اور تبادلہ کرتے۔ بٹلر نے اسے کھلے عام عزت اور احترام بخشا۔ ۹ اگرچہ یہ ایک غیر ملکی تبلیغی سربراہ اور برسر اقتدار جماعت کے رکن سے ایسا بمشکل ہی متوقع تھا۔ مرزا محمود جو کہ مرزا کا بیٹا اور قادیانی گروہ کا ۱۹۱۴ء سے ۱۹۶۴ء تک سرخیل رہا اپنے باپ کے بٹلر سے تعلقات کی نوعیت بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"اس وقت پادریوں کا بہت رعب تھا، لیکن جب سیالکوٹ کا انچارج مشنری ولایت جانے لگا تو حضرت صاحب سے ملنے کے لیے خود کچہری آیا۔ ڈپٹی کمشنر اسے دیکھ کر اس کے استقبال کے لیے آیا اور دریافت کیا کہ آپ کس طرح تشریف لائے۔ کوئی کام ہو تو ارشاد فرمائیں، مگر اس نے کہا میں صرف آپ کے اس منشی سے ملنے آیا ہوں۔ یہ ثبوت ہے اس امر کا کہ آپ کے مخالف بھی تسلیم کرتے تھے کہ یہ ایک ایسا جوہر ہے جو قابل قدر ہے۔ ۱۰

---

۷ Adu Mudassara,Qadian Say Israel Tak,Lahore,1979, P.24

۸ Files of church of England Magazine,Church of England Quarterly Review,Church Missoinary Intelligence and Church Missionary Record

۹ Mirza Mahmud Ahmad Seerat-e-Masih-e-Maood,Rabwah,P.15

۱۰ Mirza Mahmud Ahmad's Address,Alfazal Qadian,24 April,1934

مرزا صاحب کے لیے ۱۸۶۸ء کا سال فیصلہ کن ثابت ہوا۔ ایک عربی محمد صالح کا ہندوستان آنا ہوا جس کا سیاسی مقصد تھا۔ وہابیوں کی سرگرمیوں کی وجہ سے صورت حال اس وقت خاصی تشویشناک تھی۔ انگریزوں کے لیے پنجاب جیسے اہم خطے میں ایک عرب محرک کی موجودگی گھمبیر مسائل کھڑے کرسکتی تھی۔ پنجاب پولیس نے اسے امیگریشن ایکٹ کی خلاف ورزی اور جاسوسی کے الزامات میں گرفتار کرلیا گیا۔ [11] سیالکوٹ کچہری کے ڈپٹی کمشنر (پرکنز) نے تفتیش شروع کی۔ مرزا صاحب کی عربی کے ترجمان کے طور پر خدمات حاصل کی گئیں۔ عرب کے ساتھ بحث کے دوران مرزا صاحب [illegible] اپنے برطانوی آقا کی نظروں میں اپنی اہمیت ثابت کردی۔ پرکنز نے کچہری کے ایک ملازم کی صورت میں ایک مفید اور وفادار آلہ کار تلاش کرلیا۔ جو سلطنت کے مقصد کے لیے استعمال ہوسکتا تھا اگر اسے اس کام پر لگادیا جائے۔ پرکنز ایک فری میسن تھا اور لاہور کے "لاج آف ہوپ" کا ایک رکن تھا۔ مرزا صاحب نے ۱۸۶۸ء میں بغیر کسی واضح وجہ کے سیالکوٹ کچہری میں اپنی ملازمت چھوڑ دی اور قادیان میں قیام پذیر ہوگیا۔ جس روز مرزا صاحب نے قادیان کو روانگی اختیار کی اس دن احترام کے طور پر پرکنز نے کچہری میں تعطیل کردی۔ [12]

۱۸۶۸ء میں مرزا غلام احمد کی والدہ چراغ بی بی عرف گھسیٹی وفات پاگئی۔ اُسے اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے مکمل طور اپنے والد کی رقم پر انحصار کرنا پڑا۔ اسے عدالتوں میں حاضری کے لیے ڈلہوزی اور دوسری جگہوں پر سفر کرنا پڑتا۔ اس نے خاموشی سے تمام سختیوں کا مقابلہ کیا اور اپنے مذموم مقصد کو کبھی نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیا۔ ۱۸۷۶ء میں مرزا غلام مرتضٰی کی وفات نے اس کے بیٹوں مرزا غلام قادر اور مرزا غلام احمد پر مزید مشکلات لا ڈالیں۔ اپنی زندگی کے دوران مرزا غلام مرتضٰی نے اپنے جدی رشتہ داروں کی جائیداد پر غاصبانہ قبضہ کیے رکھا جو قادیان میں واقع تھیں۔ اس کی وفات کے بعد غلام قادر کو وہ جائیداد مل گئی اور مرزا غلام احمد اس کا رفیق جرم بن گیا۔ ۱۸۷۷ء میں مرزا غلام مرتضٰی کی وفات کے ایک سال بعد مرزا قاسم بیگ کے بیٹے مرزا غوث جو کہ قادیان کی جدی املاک کے نصف کا اکیلا وارث تھا۔ جس سے مرزا غلام مرتضٰی نے اسے محروم رکھا تھا، عدالت میں مقدمہ دائر کردیا۔ اسے پتا تھا کہ مرزا برادران اسے حصہ دینے پر رضامند نہیں ہوں گے۔ اس نے لاہور میں متعین ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر مرزا اعظم بیگ کو اپنی جائیداد کا حصہ فروخت کردیا۔ اعظم بیگ کی مالی معاونت کے بعد اس نے پنجاب کی اعلیٰ عدالت جو دیوانی اور فوجداری مقدمات میں مجاز سماعت مرافعہ تھی مقدمہ جیت لیا۔ مرزا برادران کے پاس اپنے دفاع میں اس دلیل کے علاوہ کوئی ثبوت نہ بچا تھا کہ وہ آبائی جائیداد کی منتقلی

---

[11] Dr Basharat Ahmad,Mujadid-i-Azam,Lahore 1939,P.42

[12] Address of Abdul MannanOmer at the Annual Gathering of December19 Ahmadiya Anjuman Lahore 1981,p.12

اور فروخت کے لیے اسلامی قوانین وراثت کی بجائے محض رسومات ورواجات کے پابند ہیں۔ مرزا غوث کو اس کے حقیقی جائیداد کے حصہ سے محروم کرنے کی مرزا غلام قادر اور مرزا غلام احمد کی یہ ایک عیارانہ چال تھی۔ مرزا غوث کی جائیداد کے حصہ کو ہتھیانے کے لیے مرزا غلام احمد نے جو کہ بعد میں نبوت اور اسلام کی علمبرداری کا ٹھیکدار بنا، اسلامی قوانین کی بجائے خاندانی رسوم کو ترجیح دی۔ روایات کے مطابق مرزا غوث صرف بیٹے کی شادی پر جائیداد فروخت کرسکتا تھا یا اور کسی قابلِ جواز ضرورت پر ایسا کرسکتا تھا۔ چونکہ وہ بے اولاد تھا اور دوسری کوئی ذاتی ضرورت پیش نہ تھی اس لیے وہ اپنی جائیداد دوسروں کو فروخت نہیں کرسکتا تھا۔ عدالت نے مرزا برادران کی یہ دلیل مسترد کردی اور فیصلہ مرزا غوث کے حق میں کردیا۔

طویل مقدمہ بازی نے مرزا گھرانے کو مالی مصائب کے کنارے تک پہنچا دیا تھا۔ غلام قادر جائیداد کا نقصان اور شکست کی ذلت برداشت نہ کرسکا اور ۱۸۸۳ء میں وفات پاگیا۔ بقیہ جائیداد کا اختیار اس کی بیوہ کو حاصل ہوگیا۔ مرزا غلام احمد کی خاندانی معاملات میں بہت کم سنی جاتی تھی مگر وہ اپنی الگ ''سلطنت'' کے قیام میں مصروف تھا۔ مرزا غلام احمد کا کہنا ہے کہ اپنے والد کی وفات کے بعد اس نے پُر مصائب زندگی گزاری۔ وہ حقیقی طور پر ایک قلاش اور معنوی طور پر ایک مایوس آدمی تھا۔ اس کے بڑے بھائی نے تمام جائیداد کا اختیار سنبھالے رکھا اور اس کی آمدنی کو اپنی فلاح میں صرف کیا اور مرزا صاحب کو ایک رسالہ کے چندے کے طور پر چند روپے دینے سے انکار کردیا۔ غلام قادر کی بیوہ بھی مرزا کے لیے اتنی ہی سخت تھی اور اس سے سخت نفرت کرتی۔ مرزا غلام احمد کی بیوی حرمت بی بی نے بھی اس کے ساتھ بڑا سخت وقت گزارا، کیوں کہ مرزا صاحب بیماری، نفسیاتی عدم توازن اور مالی مشکلات کا شکار تھے۔ ان سالوں میں اس کے ساتھ جو سلوک ہوا اس نے اس کی مستقبل کی زندگی پر بڑا اثر چھوڑا اس کی جھلک اس کے مستقبل کے دعووں میں بھی نظر آتی ہے۔

۱۸۸۰ء کے اخیر تک وہ اپنی کتاب ''براہین احمدیہ'' کی تدوین میں پورے طور پر مصروف رہا۔ ۱۸۸۳ء میں اس کے بڑے بھائی غلام قادر کی وفات نے اس کے لیے میدان کھلا چھوڑ دیا اور وہ اپنے پسندیدہ مقصد یعنی نبوت کے دعوے کی طرف بڑی تیزی سے بڑھا۔ برطانوی راج کی اطاعت گزاری اور جہاد کی مذمت (۱۸۷۹ء میں اس کے ایک قریبی دوست محمد حسین بٹالوی نے جہاد کے خلاف ایک کتاب لکھی اور برطانویوں سے انعام حاصل کیا) اس کی تحریروں سے عیاں تھی ۱۳۔ وہ اپنے فرضی منصبی کو پورے خلوص سے پورا کرتا رہا۔ ہندوستان میں اور دنیا کے دوسرے حصوں میں نو آبادیاتی راج کے استحکام کے لیے سرانجام دی گئی اپنی خدمات پر متفخر رہا۔ (جاری ہے)

---

۱۳ In 1879,his close friend Mulana Muhammad Hussain Batalvi wrote a book against jehad and got a reward from the British (supplement Ishat-ul-Sunnah,Lahore vol.viii no.9 pp261-262)

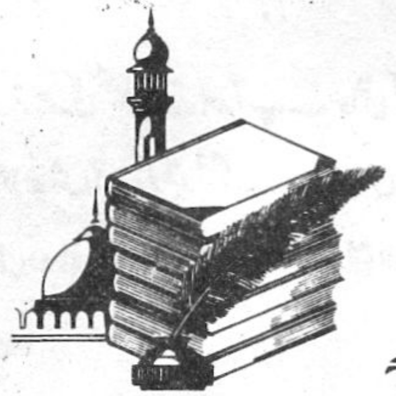

تبصرے کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے آنے ضروری ہیں۔

تقریظ وتنقید

مختلف تبصرہ نگاروں کے قلم سے

نام کتاب : تفسیر عثمانی

تالیف : حضرت شیخ الہند وعلامہ عثمانی رحمہما اللہ

صفحات : ۹۴۴

سائز : ۲۰×۳۰/۸

ناشر : ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

قیمت :

''تفسیر عثمانی''، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمہ اللہ (م:۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء) کے ترجمہ اور شیخ السلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ (م:۱۳۶۹ھ/ ۱۹۴۸ء) کے تفسیری حواشی کا مجموعہ ہے۔

قرآن کریم کا صحیح ترجمہ خواہ کسی زبان میں ہو کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ یہ خدمت صحیح معنی میں وہی انجام دے سکتا ہے جو علوم عربیہ کا ماہر، اسرار ورموز قرآنی سے کماحقہ واقف اور بحر معرفت کا شناور ہو۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمہ اللہ جو ان خوبیوں سے متصف تھے، آپ سے آپ کے احباب نے قرآن کریم کے ترجمہ کی خواہش کی جو اصرار کی حد تک پہنچ گئی چنانچہ آپ نے احباب کے پیہم اصرار اور حالات وزمانہ کی شدید ضرورت کے پیش نظر ترجمہ قرآن کریم کا ارادہ فرمایا اس میں بھی آپ نے یہ کیا کہ نیا ترجمہ کرنے کے بجائے حضرت شاہ عبد القادر صاحب قدس سرہ کے ترجمہ قرآن پاک کی تسہیل وتوضیح کو ترجیح دی۔

آپ نے ربیع الاول ۱۳۲۷ھ میں ترجمہ کا کام شروع فرمایا ۲۵ رجمادی الثانیہ ۱۳۳۰ھ تک سوا تین سال میں دس پاروں کا ترجمہ مکمل ہوا۔ اس کے بعد آپ حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے، جب آپ حجاز مقدس پہنچے تو مشیت الٰہی کے تحت آپ کو گرفتار کر کے مالٹا بھیج دیا گیا۔ ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ کو آپ مالٹا پہنچے اور شوال ۱۳۳۵ھ سے آپ نے قرآن پاک کے ترجمہ کا کام پھر شروع فرما دیا۔ ایک سال کی قلیل مدت میں بیس پاروں کا ترجمہ ۲ رشوال ۱۳۳۶ھ کو مکمل ہو گیا۔

ترجمہ کی تکمیل کے بعد آپ نے حواشی لکھنے شروع کیے، ابھی آپ سورۂ نساء تک حواشی لکھ پائے تھے کہ ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۳۸ھ میں آپ کو قیدِ فرنگ سے رہائی ملی اور آپ ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ میں ہندوستان تشریف لے آئے، یہاں دو ماہ صاحبِ فراش رہ کر ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ میں آپ کا انتقال ہو گیا اور اس طرح حواشی کا کام تشنۂ تکمیل رہ گیا۔

مولانا مجید حسن صاحب مالک مدینہ برقی پریس بجنور جنہوں نے حضرت شیخ الہند" کا ترجمہ اور حواشی شائع کیے تھے اُن کی تمنا تھی کہ بقیہ حواشی کی بھی تکمیل ہو جائے۔ اس سلسلہ میں اُن کی نظر سب سے پہلے جانشین شیخ الہند حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ پر پڑی۔ حضرت نے بھی نہایت مسرت کے ساتھ اس خدمت کو قبول فرمالیا۔ لیکن حضرت مدنی" اپنے علمی وسیاسی مشاغل کی وجہ سے اس کام کے لیے فرصت کے لمحات نہ نکال سکے اس لیے یہ خدمت حضرت مولانا احمد حسن امروہی رحمہ اللہ کے سپرد کی گئی لیکن کسی وجہ سے وہ بھی یہ کام نہ کر سکے تو حضرت مدنی رحمہ اللہ کے مشورہ سے اس خدمت کے لیے حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کا انتخاب عمل میں آیا۔ حضرت نے اپنی خداداد بصیرت کے ساتھ نہایت محققانہ انداز میں حواشی کی تکمیل فرمائی اور مولانا مجید حسن صاحب نے انتہائی ذوق وشوق کے ساتھ اس کو شائع کیا۔

اللہ تعالیٰ نے اکابر کے اخلاص کی بناء پر ترجمہ وتفسیر کو وہ قبولیت عطا فرمائی جو کم ہی کسی ترجمہ وتفسیر کو نصیب ہوتی ہے۔ تفسیر عثمانی عرصہ دراز سے لاکھوں کی تعداد میں شائع ہو رہی ہے اور متعدد زبانوں میں شائع ہو رہی ہے۔

تفسیر عثمانی کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ جب ''شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلکس'' اور ''رابطۂ عالم اسلامی'' کی طرف سے اردو خواں حضرات کے لیے اُردو ترجمہ وتفسیر کی اشاعت کا ارادہ کیا گیا تو اس کے لیے تفسیر عثمانی کو منتخب کیا گیا اور چند سال وہ سعودی عرب سے چھپ کر دنیا بھر سے آنے والے حجاج میں تقسیم کی جاتی رہی (بعد میں بدقسمتی سے غیر مقلدین کے غلط اور مکروہ پروپیگنڈہ کی وجہ سے اس کی اشاعت بند کر دی گئی)۔

زیرِ تبصرہ ''تفسیر عثمانی'' ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان کی طرف سے شائع کی گئی ہے۔ اس اشاعت کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اوپر متن قرآن کے ساتھ ترجمہ دیا گیا ہے اور اسی کے نیچے متعلقہ مقام کی تفسیر درج کی گئی ہے اور سائیڈ میں عنوانات درج کیے گئے ہیں اس طرح ترجمہ وتفسیر کے پڑھنے مین سہولت ہو گئی ہے پھر اس اشاعت کو یہ خصوصیت بھی حاصل ہے کہ تفسیر کو سائیڈ سے ہٹا کر متن کے نیچے لانے اور عنوانات کا اضافہ کرنے کے باوجود ترجمہ وتفسیر دونوں ایک ہی جلد میں آگئے ہیں۔ اس اشاعت میں کمپیوٹر کمپوزنگ سے کام لیا گیا ہے اور کاغذ میں بائبل پیپر استعمال کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مترجم ومفسر اور ناشرین، سب کی خدمات کو قبول فرمائے اور اپنی شایانِ شان جزا عطا فرمائے۔

رائیونڈ روڈ   زیر تعمیر مسجد حامد کے ہال کی شمالی اور جنوبی گیلری کا لینٹر جو مکمل ہو چکا ہے